موجودہ عالمگیر دور کا عالمگیر مذہب۔۔عیسائیت یا اسلام

☆ڈاکٹر ابرار محی الدین مرزا

Abstract

Globalization has made the universe a small village. This village has to face two main problems i.e. modernism and social pluralism, which created many a social problems in the World. it is the duty of the world main religions particularly Christianity and islam to face such problems.

Due to the lake of the complete revealed teachings ,The World largest religion (Christianity) has no any practicable and serving Programme to solve them.Islam is the second largest religion of the World which has a new renascence in the west in the shape of immigration of the Muslims in the European and American Societies.

European thinker think it a threat against drowning civilization of the West and it is thought an arising power in the West as Huntington says in his splendid book clash of civilization. Why Islam is considered an arising power and why Christianity is a defeating think. The article is a view of expression about it.

انسانیت کا سنہری دور وہ تھا جب اسلام ایک بہت بڑی عالمگیر سیاسی وتہذیبی قوت تھا جس کی بنیادیں الہامی تعلیمات کے زیر سایہ خود دست نبوت ﷺ نے رکھی تھیں۔اس نظام نے ۱۴۰۰ سال تک پوری عالم انسانیت پر بلاشرکت غیرے حکومت کی اور انفرادی تطہیر اخلاق سے لے کر نظام اجتماع کی تقدیس تک وہ سب کچھ دنیا کے سامنے پیش کیا جو دنیا کی بنیادی ضرورت تھا اور جسے کوئی دوسرا مذہب نہ اس سے پہلے پیش کر سکا تھا اور نہ بعد میں پیش کر سکے گا۔اپنے پورے دورِ عروج میں یہ کبھی معاشی زبوں حالی کا شکار نہ ہوا(اسلام سے قبل اتنا طویل اور قابل فخر اقتدار نہ مصریوں کے ہاں ملتا ہے نہ بابلیوں کے ہاں پتہ چلتا ہے جس سے ماضی کی رومی اور ایرانی قومیں بھی بے خبر تھیں اور اسلام کے بعد بھی کسی کو یہ اعزاز نصیب نہیں ہوا ہے ماضی قریب کا United Kingdom of Great Britain and northern Ireland ۲۰۰ سال میں سکڑ کر 71498 مربع میل کی حد بندیوں میں مقید ہے۔سوویت یونین صرف ۱۰۰ سال سے بھی کم عرصے میں اپنے لادینی نظام سمیت دنیا کے نقشے سے مٹ گیا ہے اور آج کی واحد سپر پاور U.S.A کا عالمی اقتدار ڈانواڈول ہے)اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود ’’ہر کمالے را زوالے‘‘ کے مصداق 1492ء میں سپین میں اسلام کو زوال آیا۔1857ء میں ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی فنا کے ساتھ اس کی سیاسی ساکھ ختم ہوگئی اور 1924ء میں ترکی میں خلافت نے آخری ہچکیاں لیں بایں ہمہ اس دور زوال میں بھی اپنے اپنے معاشروں پر اس کی اخلاقی گرفت اب تک باقی ہے تاہم اس

اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ،اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

کے سیاسی زوال کا نتیجہ کہ ہوا کہ دنیا ایک مرتبہ پھر ماضی کی بربریت کی طرف لوٹ گئی ہے۔

اسلام اس قدر طویل عرصے تک عالمی اقتدار کا مالک کیوں رہا؟ اس سوال پر اگر ہم غور کریں تو بحیثیت مذہب اسلام میں کچھ خوبیاں ایسی ہیں جو دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتیں جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

ا۔ دین اسلام ایک الہامی (God gifted) مجموعہ حیات ہے جس کے ہر فکری پہلو کو پیغمبر اسلام نے نہایت فصاحت سے بیان کیا اور جس کے تمام عملی تقاضوں کی بنیاد پر ایک ایسی سوسائٹی تعمیر کر کے دکھائی ہے جو آج تک دنیا کے لئے آپ کا ایک حیران کن معجزہ ہے۔ یہ دین عقائد کے لحاظ سے سمجھنے میں انتہائی سادہ، قابل فہم اور عمل و نتائج کے لحاظ سے نہایت فقید المثال ہے۔جس کے عبادات کے نظام میں اگر تکریم و تعظیم انسانیت کا پورا پورا سامان ہے تو بندہ پروری (Humanism) کے بنیادی اصول پر مبنی قابل فخر تمدنی روایات کا یہ عظیم ذخیرہ رکھتا ہے۔ آنجنابؐ کی انسانیت کے لیے ان خدمات جلیلہ کا اعتراف کرنے والے جارج سیل (George Sale) جیسا متعصب عیسائی مترجم قرآن جو اپنے انگریزی قرآن کریم کے مقدمہ میں جو 145 صفحات پر مشتمل ہے کے ہر ہر صفحہ پر اسلام کو یہودیت کا چربہ ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے اس مقدمے کی ابتداء میں آپؐ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے:

I shall have not inquir into the reasons why the law of Muhammad has not with so unemployed reception into world for they are greatly deceived who inquire it to have been propagated by the sword done(1).

جبکہ آج بھی خدمات انسانیت کے سلسلے میں اسلام کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے Fisher کہتا ہے:

After carrying the torch of civilization in the west while Europe was in the dark age. Islam is undergoing a great resurgence in the twenth century(2).

2۔ اسلام کا دوسرا بڑا اعزاز یہ ہے کہ اس کی تعلیمات پر تعمیر ہونے والی سوسائٹی اپنے انداز تہذیب و تمدن میں جدید ترین تھی۔ اس نے خدا شناسی پر مبنی مذہبی اور بندہ نوازی کے اصول پر قائم اخلاقی ضابطوں کی تعمیل کے ساتھ ساتھ صنعتی ترقی تعلیم، معاشرتی بیداری اور انسان کے لیے جمالیاتی اور مادی آسائشوں کی حوصلہ افزائی کر کے ایک ایسا معاشرہ پیدا کیا جس کا اپنے ماضی سے کوئی تعلق نہ تھا اس مادی ارتقاء کے ساتھ ساتھ زندگی کے ہر شعبے میں اس نے اپنے اخلاقی ضابطوں کی گرفت ہمیشہ قائم رکھی یہ سب نتیجہ تھا قرآن میں تعلیم و قلم کی اہمیت کا جس کا ذکر قرآن نے اپنی پہلی وحی میں کر دیا تھا جب کہ اس کے بالمقابل اس دور میں آج کی طاقتور تہذیب کا عالم کیا تھا۔اس بارے میں بریفالٹ (brefalt) کہتے ہیں:

''صرف پادری ہی پڑھنا جانتے تھے اور بعض لکھ بھی سکتے تھے۔ بادشاہ اور حکمران اپنے مختلف فرامین پر دستخط کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اب تک نام لکھنے کی بجائے ''نشان دستخط'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔کلرک سے مراد عام طور پر وہ پادری ہوتا تھا جو پڑھنا جانتا ہو لیکن تمام پادری بھی لکھنا نہ جانتے تھے بعض بشپ ایسے تھے جو اپنے دستخط بھی نہ کر سکتے تھے۔ایک موقع پر برطانیہ کے شاہ

الفریڈ 901ء نے شکایت کی کہ ایک بھی ایسا پادری نہیں جو دعاؤں کو اپنی مادری زبان میں سمجھتا ہو یا لاطینی کے کسی آسان سے آسان فقرے کا ترجمہ کر سکتا ہو(۳)۔

بہر حال اسلام کے زیر سایہ یہ جدید ترین سوسائٹی ایسی سوسائٹی تھی جس کی جدت کو آج بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔اس لیے کہ جدید ترین کی تعریف جو کی جاتی ہے ہننگٹن (Hintongton) نے یوں کی ہے۔

Modernization involves industralization, urbanization, increasing levels of literacy, education, wealth and social mobilization and more complen and diversified occupational structure(4).

3۔ اسلام کی تعلیمات کے زیر سایہ جس معاشرے نے جنم لیا تھا وہ سماجی تکثیریت (Social pluralism) پر مبنی معاشرہ تھا۔سماجی تکثیریت سے مراد ایک ایسا معاشرہ ہوتا ہے جس میں مختلف المذاہب لوگ تمام تر مذہبی آزادی سے زندگی گزارتے ہیں اور جن کو بلاتفریق مذہب و مسلک یکساں قسم کے قانونی حقوق حاصل ہوئے ہیں۔آنجناب ﷺ کے دور میں اس کی سب سے بڑی مثال میثاق مدینہ ہے جس میں مختلف اقوام کے حقوق کی حفاظت کی ضمانت مہیا کی گئی تھی۔یورپ کی دنیا میں آج مسلمانوں کو جن تہذیبی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے مثلاً امریکہ، کینیڈا کی شہریت حاصل کرنے والوں کو باقاعدہ ایک حلف نامہ جمع کرانا پڑتا ہے جس میں ملک اور ملکہ عالیہ کی وفاداری کو تحریری اقرار کرتا ہے۔مسلم دنیا میں اس قسم کے حلف نامے مفقود تھے اسی دور کی سماجی تکثیریت کا عالم یہ تھا کہ عام غیر مسلم فرد بھی رسول اور خلیفہ کے انتہائی قریب ہوتا تھا مسلک کی بنا پر کبھی کسی سے ناروا رویہ نہ رکھا جاتا تھا۔دورِ خلافت راشدہ سے لیکر 1924ء میں ترکی میں خلافت کے زوال تک کبھی کسی مسلک کے لوگوں کے ساتھ ناروا سوک نہ کیا جاتا تھا۔اقتدار تک کے ایوانوں میں غیر مسلم ہر دور میں دکھائی دیتے تھے۔اس سلسلے میں ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے بانی ظہیر الدین بابر کے نصائح قابل غور ہیں جو اس نے اپنے بیٹے ہمایوں کو کیے تھے۔آپ نے کہا تھا:

i۔ مذہبی تعصب کو اپنے دل میں جگہ مت دینا لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی رسوم کا خیال رکھتے ہوئے اور رعایت کے بغیر سب قوموں سے پورا انصاف کرنا۔

ii۔ گاؤکشی سے خاص طور پر پرہیز کرنا تاکہ بادشاہ اور رعایا کے تعلقات خوشگوار رہیں۔

iii۔ کسی قوم کی عبادت گاہ کو مسمار نہ کرنا ہمیشہ سب کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنا۔

iv۔ شیعہ،سنی اختلافات کو نظر انداز کرنا اس سے اسلام کمزور ہو جائیگا۔

v۔ اسلام کی اشاعت ظلم و ستم کی تلوار کی بجائے لطف و احسان کی تلوار سے زیادہ بہتر ہوگی (۵)

شہنشاہ ہند کی اس نصیحت سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سماجی تکثیریت کے ان معاشروں میں سب کی دلجوئی کا اہتمام کیسے کیا جاتا تھا۔9/11/2001 کے اسلام دشمن ڈرامے رچانے والی مغربی دنیا آج تک سماجی تکثیریت کے نتیجے میں پیدا ہونے

والے مسائل کے حل سے ناواقف ہے(Will Durant) مسلم حکمرانوں کی اس سماجی تکثیریت کو ان الفاظ سے خراج عقیدت پیش کرتا ہے:

To these Ohimmi, Christian, Zorastians, Sabeen and Jews the ummayyed cilapha offered a degree of toleration hardly equaled in the contemporary christian land. They were allowed to free practice of their faith(6).

اس کے برعکس موجودہ دور میں سماجی تکثیریت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے فرانس کی صورتحال کے بارے میں ہننگٹن لکھتا ہے: کہ فرانسیسی اور سب قوموں کو قبول کر لیتے ہیں لیکن ان مسلمان بچیوں کو قبول نہیں کرتے جو سکولوں میں سکارف پہنتی ہیں۔اصل دشمنی براہِ راست اسلام سے ہے۔

The hostility is directed mostly at muslims.... they (French) do not accept muslim girls who wear headseraves om their school(7).

4۔ دین اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت تیسیر حیات انسانی ہے۔جس کا مطلب ہے کہ انسانی زندگی گزارنے کے طریقوں کو آسان سے آسان تر بنایا جائے۔یہ تیسیر حیات اسلام کے ضابطہ قوانین میں اس قدر اہم ہے کہ اس کی خاطر بعض اوقات حکم شرعی (نص صریح) پر بھی عمل روک دیا جاتا ہے۔اس لیے کہ اسلامی قوانین کی ایک اہم ترین حکمت: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (البقرہ/۲/۱۸۵) بھی ہے۔اس سلسلے میں بے شمار مثالیں ہیں جو ذخیرہ حدیث سے ملتی ہیں مثلاً:

i۔ چوری کی سزا قطع ید ہے مگر جنگ اور قحط میں چوری کی صورت میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا(۸)

ii۔ قرآن کریم (الاحزاب ۳۳/۳۷) میں حضرت زید کا اپنی زوجہ محترمہ کو طلاق دینا مذکور ہے اور آنجناب کا زید کو طلاق سے منع کرنا بھی لیکن جب زیدؓ نے طلاق دے دی تو آنجنابؐ یا صحابہ میں سے کسی نے حضرت زیدؓ کو رسول اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کا طعنہ نہ دیا اس لیے کہ صحابہ اور حضرت زید سمجھتے تھے کہ جناب رسول اللہؐ کا حکم ایک سرپرست کی خواہش ہے۔آپؐ کے اس فرمان کا مقصد حضرت زید کا حق طلاق ساقط کرنا نہیں ہے۔

iii۔ اسی طرح ایام حیض میں عورت کو نمازیں معاف ہیں لیکن روزے معاف نہیں اس کی قضا کرے گی اس سے بڑھ کر شارع کا اور کرم کیا ہو کہ عورت کی کمزوری صحت کی بنا پر نماز بھی معاف کر دیتا ہے۔

iv۔ زنا کی صورت میں چار گواہوں کا حکم ہے اور یہ گواہ بھی گواہی یوں دیں کہ ہم نے جوڑے کو بالکل ملاپ کی آخری شکل میں دیکھا ہے۔چار گواہوں کی شرط پر غور کیا جائے تو اس میں عصمت انسانیت کا مکمل تحفظ ہے۔چار سے کم گواہوں کی گواہی پر حد ساقط ہو جاتی ہے۔تعزیر کی بات علیحدہ ہے قیام حدود میں اسلام کا مزاج دراصل درگزر اور اصلاح فرد کا ہے۔اسلام اس بات کو پسند کرتا ہے کہ سزا دینے کی بجائے مجرم کو اصلاح کا موقع دیا جائے۔چنانچہ جب حضرت ماعز اسلمی کو بحکم رسول اللہ رجم کر دیا گیا تو شکایت کنندہ کو آپؐ نے مخاطب ہو کر فرمایا" ھلاّ ترکتموہ لعلہ ان یتوب فیتوب اللہ علیہ "(۹)۔بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ ماعز کو سنگسار

کرنے کے بعد آپ نے ان کے لیے استغفار کی۔ استغفار کا حکم بھی دیا اور نماز جنازہ بھی پڑھائی (۱۰)۔ سنن ابی داؤد میں آپؐ نے ماعز کے بارے میں فرمایا: الان لفی انہار الجنة ینغمس فیہا(۱۱)۔

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام فطرت انسانی کے مطابق صدور گناہ کے امکان کو ختم نہیں کرتا (اسلام انسان کی فطرت کو تبدیل کر کے اسے فرشتہ نہیں بناتا) تاہم جرائم کی بیخ کنی کے لیے سخت احکام کے ساتھ ساتھ مجرم کی عزت نفس کا پورا پورا خیال بھی رکھتا ہے کہاں شرف انسانیت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کا یہ الہامی نظام اور کہاں عقیدہ کفارہ اور بپتسمہ پر مبنی معافی کا وہ سسٹم جو پورے معاشرے کو بازار حسن بنا دیتا ہے اور انسانی شرف واحترام کی بجائے عزتوں کی نیلامی کا ایک مہذب شیطانی نظام وجود میں لاتا ہے۔ اسلامی قوانین کی اس انسانیت نوازی کے اصول کو مشہور مالکی فقیہہ علامہ قرآفی ایک قانونی ضابطے کے طور پر یوں بیان کرتے ہیں ''الجمود علی المنقولات ابدا ضلال فی الدین وجهل بمقاصدها العلماء المسلمین والسلف الماضیین (۱۲)۔

۵۔ دامن اسلام میں موجود یہ چار محاسن ایسے ہیں جو ہمیں کسی بھی نظام میں نہیں ملیں گے اس کی بڑی وجہ تین:

ایک یہ کہ دین اسلام مکمل طور پر الہامی (God gifted) ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ احکام کا نزول اللہ کے ساتھ مخصوص ہے جس کا بیان اور جس کے تعبیری تقاضے بجا لانا رسول کا فرض منصبی ہے۔ اس کے احکام خواہ وہ قرآن میں بیان ہوں یا رسول کے فرامین میں اس کے احکام میں کمی بیشی کا اختیار نبی کو بھی نہیں ہوتا ''قل ما اکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی (یونس۱۰/۱۵) جب یہ حق نبی کو بھی نہیں تو یہاں احکام الٰہی کی بازیابی کرنے والے کسی ایسے پوپ یا پادری کا تصور قطعی طور پر ممکن نہیں جو احکام الٰہیہ میں کمی بیشی کا حق رکھتا ہو۔

دوسری خوبی اسلام کی یہ ہے کہ اس کی تعلیمات کو حیران کن حد تک محفوظ کر دیا گیا ہے وہ قرآن ہو یا سنت رسول۔ قرآن کریم کے تحفظ کا عالم یہ ہے کہ یہ اب تک بالکل اسی عربی میں موجود ہے جس میں نازل ہوا تھا۔ حالانکہ تاریخ انسانیت کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ٹائم (time factor) ہر چیز پر اس حد تک اثر انداز ہوتا ہے کہ اسے اُس کے دور میں کارآمد ہونے کے باوجود آنے والے ادوار کے لیے اسے غیر ضروری بنا دیتا ہے۔ دنیا کی ہر زبان اور ہر کتاب پر یہ اصول لاگو ہوتا ہے۔ عرب معاشرے کی عربی حیران کُن حد تک بدل گئی ہے لیکن کتابت قرآنی جوں کی توں آج تک باقی چلی آتی ہے۔ قرآن کی حفاظت کے سلسلے میں بے شمار مثالوں میں سے ایک قارئین کے لیے حیران کن ہوگی کہ پوری سورت بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ اسلام کا اسم گرامی ''یا'' کے نقطوں کی بجائے کھڑی زیر (ابراھٖم) سے لکھا ہوا ہے جبکہ باقی پورے قرآن میں یہ لفظ یا کے نیچے نقطوں (ابراہیم) کی شکل میں لکھا ہے جس کی کوئی بلاغی توضیح بھی ناممکن ہے یہ ایک مثال ہے جس سے تحفظ قرآن کے ضابطوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آنجنابؐ کی تمام تعلیمات جس انداز میں آج تک حدیث وسیرت، فقہ وقانون اور شمائل کی کتابوں میں محفوظ ہیں ان کو بخوبی دیکھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ

زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں کہ جس کے بارے میں ہمیں فرامین رسول وشمائل نبوی رہنمائی کے لیے موجود نہ ہوں۔ایک طرف اسوہ رسول کے تحفظ کا یہ عالم اور دوسری طرف یہ صورتحال کہ تعلیمات مسیح کی عدم موجودگی کی بنا پر مسیحی دنیا کو یہ کہنا پڑا کہ

Christinity added a N.T to the O.T. Like most great founder of Religions Jews left nothing written behind him nor did he give his desiple any commition to write(13)

تیسری وجہ اس کی یہ ہے کہ مسلمانوں نے دین اسلام کے بنیادی اصولوں پر چل کر ایک ایسی انسانی سوسائٹی ترتیب دی تھی جو اپنی شاندار اخلاقی ،تہذیبی ،تمدنی ،سیاسی اور معاشی رجحانات کے لحاظ سے بنی نوع انسان کا فقید المثال سرمایہ ثابت ہوئی ہے۔اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی بھی سٹیج پر مسلم سوسائٹی میں وہ اخلاقی زوال پیدا نہیں ہوا جو مال ودولت کی فراوانی کی وجہ سے ہر معاشرے میں پیدا ہوتا آیا ہے اور جس کی موجودہ مثال یورپ اور امریکہ کے اخلاق باختہ معاشرے ہیں۔یہ اسلامی سوسائٹی اس معاشی بحران سے بھی ہمیشہ محفوظ رہی جس نے USSR کو دنیا کے نقشے سے ختم کر دیا اور جو آج یورپ اور امریکہ کا سب سے سنگین مسئلہ ہے۔یہ ہے معاضی کا وہ عظیم الشان ،قابلِ فخر اور الہامی ضابطہ حیات جو تاریخ کی کتابوں کے اوراق کے مقبروں سے نکل کر مسلمانوں کی نقل مکانی کی وجہ سے یورپ کے لیے ایک تہذیبی خطرہ بن چکا ہے اور جس کا مقابلہ کرنا اس عیسائی مذہب کے بس کی بات نہیں ہے جس کی ترتیب اور تشکیل میں وحی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم رسول کی کاوشوں کا کوئی حصہ نہیں جس کو عیسائی کونسلوں نے مرتب کیا ہے جس کی وجہ سے یہ مذہب اکیس ہزار خودمختار فرقوں میں منقسم ہے جو ۱۸۶ گروپس کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے(۱۴)۔عیسائیت میں یہ اختلافات اس حد تک بڑھے ہیں کہ ماضی میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ لڑائیوں نے لاکھوں کی جان لی ہے۔ان وجوہات کی بناء پر عیسائی تہذیب عیسائی ممالک میں مسلم تہذیب سے شکست کھاتی دکھائی دے رہی ہے۔ہنگٹن نے کہا تھا:

Europe's past was white and judo. christian. the future is not....(15)

اس خطرناک فرقہ بندی کا سبب وہ کرنسلز (councils) ہیں جنہوں نے موجودہ عیسائیت کی بنیاد رکھی ہے۔اب تک اس سلسلے میں اکیس (۲۱) کونسلز ہوئی ہیں جن میں سب سے پہلی کونسل قسطنطین کے زمانے کی نیقیہ کونسل 325ء ہے جبکہ آخری کونسل 1962ء تا 1965ء ہوئی تھی جس کے فیصلوں کو Nastra etate کے نام سے پیش کیا گیا۔ان کونسلز میں سے ابتدائی سات کونسلز زیادہ اہم ہیں اس لیے ان کا تعارف پیش خدمت ہے۔

کونسل کے معنی ومفہوم:

کونسل کے لفظ معنی مجلس قانون ساز ،مجلس شوریٰ یا مجلسِ ارکان کے ہیں۔لیکن اصطلاح میں اس کے معنی مسیحی علماء کا مشاورتی اجتماع یا مجلس تشریعی کے ہیں۔انسائیکلوپیڈیا امریکانا کے مطابق:

"In ecclesiastical usage, a representative church assembly with deliberative and often legislative authority in question faith moral and church discipline"

ترجمہ: ''کلیسائی طریق الاستعمال میں ایمانیات (عقائد)، اخلاق اور چرچ کے نظم وضبط سے متعلق سوچ و بچار اور اکثر تشریعی اختیارات رکھنے والی چرچ کی نمائندہ اسمبلی کو کونسل کہتے ہیں (۱۶)۔

مذکورہ حوالہ یہ بتاتا ہے کہ ''کونسلز'' کا اصل کام باہمی اختلافات کا خاتمہ ہے تاہم کونسل کو قانونی طور پر یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ مسیحیت کے اخلاقی نظام، چرچ کے نظم وضبط بلکہ اس کے بنیادی عقائد میں بھی تبدیلی کر سکتی ہے۔ چنانچہ عیسائی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ مختلف اوقات میں منعقدہ کونسلوں نے مذہبی عقائد و اعمال میں بڑی اہم تبدیلیاں کی ہیں۔

مسیحیت کی تاریخ میں پہلا باقاعدہ اختلاف حضرت موسیٰ کی شریعت میں بیان ختنہ کی رسم پہ ہوا کہ ختنہ ہونا چاہیے یا نہیں۔ بائبل بتاتی ہے کہ یہودیہ سے کچھ لوگ انطاکیہ آکر لوگوں کو تعلیم دینے لگے کہ اگر ان کا ختنہ حضرت موسیٰ کی رسم کے مطابق نہ ہوا تو وہ نجات نہ پائیں گے۔ پال اور برنباس نے ان لوگوں سے بڑی بحث کی۔ بالآخر انطاکیہ کی کلیسا نے پال اور برنباس کو یروشلم بھیجا تاکہ اس مسئلے کو رسولوں اور دیگر بزرگوں کے ساتھ زیر بحث لائیں۔ وہ یروشلم پہنچے جسے، اعمال' نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''جب یروشلم میں پہنچے تو کلیسا اور رسول اور بزرگ ان سے خوشی کے ساتھ ملے اور انہوں نے سب کچھ بیان کیا جو خدا نے ان کی معرفت کیا تھا۔ مگر فریسیوں کے فرقے میں سے جو ایمان لائے تھے ان میں سے بعض نے اٹھ کر کہا کہ انکا (غیر بنی اسرائیل) ختنہ کرانا اور انکو موسیٰ کی شریعت پر عمل کرنے کا حکم دینا ضروری ہے (۱۷)۔

یہی وہ پہلا باقاعدہ مشاورتی اجتماع تھا جو حضرت عیسیٰ کے صعود آسمانی کے تقریباً ۱۹ تا ۲۲ سال بعد یروشلم میں منعقد ہوا، جسے ہم کونسل کا نام دے سکتے ہیں۔ اس کونسل میں پہلے پطرس نے تقریر کی جس میں انہوں نے غیر قوموں میں خوشخبری (انجیل) کی منادی کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد پال اور برنباس کے بیانات ہوئے اور بتایا کہ غیر قوموں میں انہوں نے کیسے کیسے کام کرنے ہیں؟ اس کے بعد یروشلم کے کلیسا کے سربراہ، یعقوب نے شریعت موسوی کے تمام قوانین کی تمام اقوام میں تبلیغ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا:

''پس میرا فیصلہ یہ ہے کہ جو غیر قوموں میں سے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں ہم ان کو (زیادہ) تکلیف نہ دیں۔ مگر انکو لکھ بھیجیں کہ بتوں کی مکروہات اور حرامکاری اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور لہو سے پرہیز کریں۔ کیونکہ قدیم زمانے میں ہر شہر میں موسیٰ کی توریت کی منادی کرنے والے ہوتے چلے آئے ہیں اور وہ ہر سبت کو عبادتخانوں میں سنائی جاتی ہے (۱۸)۔

اگر مذکورہ بالا دونوں بیانات کا تجزیہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ کونسل میں زیر بحث خصوصی مسئلہ موسیٰ کی رسم کے موافق ختنہ تھا، تاہم موسیٰ کی شریعت پر عمل کے مسئلے کی تبلیغ کے عمومی اصول کا فیصلہ ہوا۔

۲۔ صاحبِ ایمان فریسیوں میں سے بعض کلیسا کے ساتھ متفق نہیں تھے۔

۳۔ پطرس نے اپنی تقریر میں غیر قوموں میں خوشخبری کی منادی کی اجازت دے دی۔ اسکی تقریر میں مذکورہ مسائل کا ذکر نہیں ہے۔ یاد رہے کہ متی

۱۰/ ۷-۶ کے مطابق پیغام مسیح صرف نبی اسرائیل کے لیے تھا۔

۴۔ یعقوب نے آخر میں تقریر کی اور اپنا فیصلہ سنایا۔ اس کے فیصلے کے الفاظ سے بالکل واضح ہے کہ وہ غیر بنی اسرائیل کے لیے بھی شریعت موسوی

پر عمل کرانے کے حق میں تھے۔ تبھی تو انہوں نے موسیٰ کی توریت کی منادی اور ہر سبت کو عبادت خانوں میں اس کی تعلیم کا ذکر کیا ہے۔

مذکورہ نکات سے ظاہر ہوتا ہے کونسل میں شامل تمام لوگ کلیسا کے فیصلے سے متفق نہیں تھے، جیسا کہ صاحبِ ایمان فریسیوں میں سے بعض اٹھ گئے۔ پطرس، پال، برنباس کی تقریروں میں زیرِ بحث مسائل کا ذکر تک نہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعات سے چشم پوشی کی گئی ورنہ اتنے اہم فیصلے کا واشگاف الفاظ میں ذکر ضرور کیا جاتا تاہم یہ حقیقت ہے کہ پال نے رسولوں کے ساتھ مل کر یہ کوشش ضرور کی کہ موسیٰ کی رسم کے موافق ختنہ اور شریعت موسوی پر عمل غیر ضروری قرار دیا جائے۔ لیکن کیا انہیں یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنی مرضی سے موسوی شریعت پر عمل غیر ضروری قرار دیتے، جس کے متعلق انجیلی بیانات کے مطابق عیسیٰ نے فرمایا تھا:

''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے'' (۱۹)۔

یروشلم کی اس کونسل کے علاوہ عہد نامہ جدید میں کسی اور کونسل کا ذکر نہیں ہے۔ دراصل اس کونسل کے کچھ عرصہ بعد مسیحیت کو بڑے کڑے دن دیکھنا پڑے۔ ۶۴ء میں نیرو کے زمانے میں، آتشِ عظیم کا واقعہ پیش آیا جس کا الزام عیسائیوں پر لگا دیا گیا اور بڑے پیمانے پر ان کا قتلِ عام کیا گیا۔ ان کے مذہبی صحیفے جلنے سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور عیسائیت لمبے عرصے تک اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی۔ عیسائیت، تاریخ میں پہلی بار، چوتھی صدی عیسوی میں اس وقت ابھر کر سامنے آئی جب روم کے بااثر بادشاہ قسطنطین اول نے عیسائیت قبول کی جس نے آئندہ کے لیے کلیسائی کونسلوں کا باقاعدہ سلسلہ شروع کر دیا۔

کلیسائی کونسلوں کی اقسام:

مسیحی کلیساؤں میں منعقد ہونے والی کونسلوں کی عام طور پر چار اقسام ہیں:

۱۔ Ecumenical Council

Ecumenical ایک اصطلاح ہے جو یونانی لفظ Oikoumenos سے ماخوذ ہے جس کے معنی خدا کے گھر بار یا اہلِ خانہ کے ہیں۔ یہ اصطلاح سلطنت روم کے تمام حصوں سے چرچ کے نمائندوں کے اجتماع کے لیے استعمال ہوئی۔ کونسل کی اس قسم میں زیادہ تر عیسیٰ کی شخصیت کے مسئلے پر بات کی گئی۔ کہ کیا وہ بیک وقت خدا اور انسان تھے؟ یا صرف انسان تھے؟ یا وہ مکمل طور پر خدا تھے جو انسانی صورت پر تھے؟ اس قسم کی پہلی اور اہم ترین کونسل نیقیہ کی کونسل (۳۲۵ء) ہے۔ نیقیہ کی کونسل کے علاوہ چھ مزید ''Ecumenical'' کونسلیں ایسی ہیں جو ۳۶۶ سال کے عرصے پر محیط ہیں جن میں عیسیٰ کی شخصیت کے مسئلے پر بحث ہوئی ہے۔ گویا تقریباً چار صدیوں تک عیسائی دنیا یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ عیسیٰ کیا تھے؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ آج بھی عیسائی دنیا عیسیٰ کی ذات پر متفق نہیں ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ اس قسم کی کونسل کی صدارت خود پوپ یا اس کے سفیر کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اب تک کل اکیس ''Ecumenical'' کونسلیں منعقد ہوئی ہیں۔ اس سلسلے کی آخری کونسل 1962ء، 1965ء ویٹکین میں ہوئی تھی جس میں پوپ نے بحیثیت وارث حضرت عیسیٰ یہودیوں کو خونِ مسیح کے جرم سے بری کر دیا تھا جن کے فیصلے Nostra C.tate کے نام سے جاتے ہیں۔

۲۔ Plenary Council

Plenary کے لفظی معنی 'Full' یا 'to be attended by all members' کے ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد مرکزی کلیسا کے علاوہ کئی دیگر علاقوں کے کلیساؤں کے پادریوں پر مشتمل کونسل کو 'Plenary Council' کہتے ہیں۔ اس طرح کی کونسلوں کو خاص حالات میں بلایا جا سکتا ہے۔ اس قسم کی کونسل کی صدارت کسی علاقے یا ملک میں موجود پاپائے روم کا سفیر کرتا ہے (۲۱)۔

۳۔ Provincial Council

اس قسم کی کونسل تقریباً ہر بیس سال بعد کسی 'Province' یعنی علاقے کے اسقفِ اعظم کی ہدایت پر منعقد ہوتی ہے۔ اس میں علاقے کی کلیسا کے راہنما شمولیت کرتے ہیں۔ کونسل میں کیے گئے فیصلوں کی توثیق اسقفِ اعظم سے ضروری ہے۔ آج کل اس کا کام قومی کلیسائی کانفرنسوں نے لے لیا ہے جس کے دائرہ اختیار میں دوسری ویٹیکن کونسل کے بعد کافی توسیع کی گئی ہے (۲۲)۔

۴۔ Diocesan Synod

یہ کسی بشپ کے مقامی علاقے کے 'Secular' یعنی غیر مذہبی لوگوں، منتخب نمائندوں اور مذہبی لوگوں پر مشتمل کونسل ہوتی ہے۔ یہ ہر دس سال بعد منعقد ہوتی ہے اور صلاح و مشورہ کا کام دیتی ہے۔

یہاں ہم اپنی بحث ابتدائی سات 'Ecumenical' کونسلوں تک محدود رکھیں گے جن میں حضرت عیسیٰ کی 'Nature' پر بات کی گئی ہے (۲۳)۔

ا۔ نیقیہ کی پہلی کونسل (۳۲۵ء)

قسطنطین اوّل نے ۳۱۲ء میں مسیحیت قبول کی۔ اس نے ۳۱۳ء میں ''Milan Edict'' یعنی 'فرمانِ میلان' شائع کیا جس کے تحت اس نے اپنی سلطنت میں مذہبی آزادی دی۔ اس مذہبی آزادی کا سب سے بڑا فائدہ اس وقت کی بے بس و مظلوم مذہبی مسیحیت کو ہوا۔ ۳۲۳ء یا ۳۲۴ء میں قسطنطین نے اپنے دستِ راست 'Licinius' (م ۳۲۴ء) پر مسیحیوں کو اذیت کے الزام میں حملہ کیا۔ قسطنطین نے اسے جنگ قراسوپولیس (Chrysopolis) میں شکست دی اور بعدازاں قتل کیا۔ اب قسطنطین سلطنتِ روم کا اکیلا فرمانروا تھا۔ تاریخِ مسیحیت میں اس کا دور سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس کے دور میں عیسائیت مغربی دنیا میں ایک امتیازی مذہب کے طور پر ابھری۔ نیقیہ کی پہلی کونسل (۳۲۵ء) اس کے دور میں قائم ہوگئی تھی (۲۴)۔

نیقیہ کونسل کے انعقاد کے اسباب:

قسطنطین کے دور میں 'Arianism' (ایک تحریک) زوروں پر تھی، جس کا بانی 'Arius' (م ۳۳۶ء) تھا۔ 'Arius' ابتدائی عیسائی مذہبی رہنماؤں میں سے تھا۔ ۳۱۸ء میں 'Arius' اسکندریہ میں 'Presbyter' تھا۔ Arius ہمیشہ دلیل کی بات کرتا تھا۔ اسکندریہ کے بشپ، الیگزینڈر سے عیسیٰ کی شخصیت پر اس کا اختلاف ہوا۔ Alexander دلیل سے دور بھاگتا تھا اور جذبات میں آجاتا تھا۔ الیگزینڈر عیسیٰ کی الوہیت کا قائل تھا جبکہ ایریس آپ کو خدا کی مخلوق اور نائب تصور کرتا تھا۔ اختلاف وسیع تر ہوتا گیا اور بالآخر اسکندریہ میں منعقد ہونے والی 'Synod' میں ایریس کی مذمت کی گئی اور اسے ۳۲۰ء یا ۳۲۱ء میں جلاوطن کر دیا گیا (۲۵)۔

اسکندریہ چھوڑ کر، ایریس کو دو طاقتور پادریوں Eusebius of Casarea (م۔ ۳۴۰ء) اور 'Eusebius of Nicomedia' (م ۳۴۲ء) نے خوش آمدید کہا۔ مذکورہ دونوں پادری ایریس کے نظریات کے حامی تھے۔ ادھر الیگزینڈر کا حمایتی 'Athanasius' (م ۳۷۳ء) تھا جو بعد میں الیگزینڈر کی جگہ اسکندریہ کا بشپ بھی بنا۔ 'Eusebius of Nocomedia' نے ایریس کا بھرپور ساتھ دیا۔ دونوں گروہوں کے مابین اختلاف اس قدر بڑھ گیا کہ تقریباً پوری سلطنت متاثر ہوئی۔ قسطنطین نے مسئلے کے حل کے لئے اپنے مذہبی مشیر 'Hosius' (م ۳۵۳ء) جو ہسپانیہ کا بشپ تھا کی خدمات حاصل کیں۔ Hoius بنیادی طور پر 'Athanasius' کا حامی تھا۔ 'Hosius' کی خدمات حاصل کر کے قسطنطین نے مئی ۳۲۵ء میں نیقیہ کی پہلی کونسل بلائی (۲۶)۔ اس کونسل میں تین واضح گروہ تھے:

ا۔ ایرین، جس کی قیادت 'Eusebius of Nicomedia' کر رہے تھے۔

۲۔ الیگزینڈرین، جس کی قیادت 'Athanasius' کر رہا تھا۔

۳۔ معتدل گروہ، جس کی قیادت 'Eusebius of Caesarea' کر رہے تھے (۲۷)۔

کونسل کا انعقاد:

کونسل میں تقریباً ۲۷۰ بشپ شامل ہوئے جن میں قسطنطین کے حامی گروہ 'الیگزینڈرین' کو اکثریت حاصل تھی، جو اپنے آپ کو آرتھوڈوکس (صحیح العقیدہ) تصور کرتے تھے۔ اس کونسل کے ایکٹ تو محفوظ نہ رہ سکے البتہ کلیسائی مجلس کے خطوط اور بیس 'Canons' (قوانین یا فتاویٰ) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ محفوظ ہیں۔ نیقیہ کی اس کونسل میں ایرینز کے اس عقیدے کو جھٹلا دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ خدا سے جدا تھے اور یہ کہ آپؑ خدا کی مخلوق تھے (۲۸)۔

آرتھوڈوکس، باپ اور بیٹے کا ایک ہی اصل سے ہونے' پر مصر تھے، جس کے لئے انہوں نے یونانی میں 'homoousios' اور لاطینی میں 'Consubstantialis' کی اصطلاحیں استعمال کیں۔ ان دونوں الفاظ کے انگریزی معنی 'of one substance with the Father' کے ہیں۔ یوں وہ خدا اور عیسیٰ کی فطرت پر بحث کرتے رہے لیکن دونوں میں کوئی واضح امتیاز کرنے میں ناکام رہے۔ کولیر انسائیکلوپیڈیا کے مطابق کونسل نے یہ فیصلہ دیا کہ خدا اور عیسیٰ ایک ہی اصل سے ہیں:

"It declared the deity of the Son by the phrase of one substance with the Father (Greek homoousios, Latin consubstantialis".

ترجمہ: اس (کونسل) نے خدا کے ساتھ ایک ہی اصل یا جوہر سے (جو یونانی لفظ homoousios اور لاطینی لفظ consubstantialis کا ہم معنی ہے)، کے جملے کے ساتھ، بیٹے (حضرت عیسیٰ) کے خدا ہونے کا اعلان کیا (۲۹)۔

یہ عقیدہ' کہ خدا اور عیسیٰ ایک ہی اصل سے ہیں' نیقیہ کا عقیدہ کہلاتا ہے۔ اس عقیدے کو پیش کرنے میں اہم کردار 'Athanasius' اور 'Hosius' نے ادا کیا اور غالباً مؤخر الذکر نے اس کونسل کی صدارت کی تھی (۳۰)۔ کونسل نے 'Arius' کو جلاوطن کیا۔ ایرینزم کی مذمت کی اور یہ فیصلہ دیا کہ عیسیٰ خدا کی مخلوق نہیں تھے۔ بلکہ Begotton تھے یوں کونسل نے آپؑ کے مخلوق ہونے سے انکار کیا اور خدا کے جوہر اور اصل سے بیٹا قرار دیا۔

'نیقیہ عقیدہ' کے الفاظ انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں نقل کیے ہیں جو دراصل نیقیہ کی کونسل کے بعد 'Eusebius of Casarea نے اپنے چرچ کو خط میں لکھے تھے۔ جس کا ترجمہ ہم پیش کردیتے ہیں:

ترجمہ: ہم ایک خدا پر ایمان لاتے ہیں، باپ قادر مطلق، جو تمام دیکھی اور اَن دیکھی چیزوں کا بنانے والا ہے۔ اور ہم ایک آقا یسوع مسیح پر ایمان لاتے ہیں، جو خدا کا بیٹا ہے، جو خدا سے پیدا ہوا، صرف پیدا ہوا، جو خدا کی اصل سے ہے، خدا سے خدا، روشنی سے روشنی، سچے خدا سے سچا خدا، جو اس سے پیدا ہوا اس کا بنایا ہوا نہیں، خدا کے اصل جوہر سے، جس کی وجہ سے ہر چیز وجود میں آئی، چیزیں آسمانوں پر اور چیزیں زمین پر، جو ہم انسانوں کی وجہ سے اور ہماری نجات کی وجہ سے (کے لیے) نیچے (زمین پر) آیا اور مجسم

ہوا (انسانی جسم اختیار کیا)، تکالیف اٹھائیں اور تیسرے روز پھر جی اٹھا، آسمانوں پر چڑھ گیا، اور پھر زندہ اور مردوں کا فیصلہ کرنے آئے گا، اور ہم روح القدس پر ایمان لاتے ہیں (۳۱)۔

مذکورہ عقیدے سے متعلق ہم کونسل میں شامل تینوں گروہوں کا ردِعمل پیش کرتے ہیں:

۱۔ ایرینز، جس کی قیادت 'Eusebius of Nicomedia' کر رہا تھا:

'Eusebius of Nicomedia' ایریس کا پکا حمایتی تھا۔ وہ ۳۱۸ء میں نکومیڈیا کا بشپ بنا۔ نیقیہ کی کونسل میں اس نے علی الاعلان ایریس کی حمایت کی اور اتھانیسیس کے آرتھوڈوکس نظریے کی بھرپور مخالفت کی۔ مگر قسطنطین کے دباؤ میں آ کر نیقیہ کے عقیدے پر دستخط کر دیئے۔ بعدازاں اس نے عقیدے کو ماننے سے انکار کیا جس کے نتیجے میں اسے جلاوطن کیا گیا۔ انسائیکلوپیڈیا آف امریکانا کا کہنا ہے:

"Under pressure from the emperor, Eusebius signed the Nicene Creed but later repudiated it and was banished from the court".

ترجمہ: سلطان (قسطنطین) کے دباؤ میں آ کر یوسبیس نے نیقیہ عقیدہ پر دستخط کر لئے، لیکن بعد میں اس کا انکار کیا اور اسے عدالت سے جلاوطن کر دیا گیا (۳۲)۔

تاہم کچھ عرصہ بعد قسطنطین نے نہ صرف اسے بطور بشپ بحال کیا بلکہ موت سے کچھ عرصہ قبل اس سے بپتسمہ بھی لیا۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قسطنطین اپنے عقیدے سے تائب ہو گیا تھا اور ایرینزم کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس نے ایریس کو بھی اسکندریہ میں اپنی پوزیشن پر بحال کر دینے کے احکامات دے دیئے تھے، جس کا اتھانیسیس نے انکار کیا۔ قسطنطین نے اتھانیسیس کو جلاوطن کیا اور وہ اڑھائی سال تک جلاوطن رہا۔ پادریوں نے فیصلہ کر دیا کہ ایریس کو باقاعدہ تقریب کے ذریعے چرچ کی فیلوشپ پر بحال کر دے مگر اس تقریب سے پہلے ہی قسطنطین کا ایرینزم کی طرف مائل ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کا بیٹا ''Constantius II'' (م ۳۶۱ء) بھی ایک ایرین تھا، جس نے انطاکیہ کے بشپ 'Meletius' (م ۳۸۱ء) کو اس نے نیقیائی عقیدہ کی وجہ سے جلاوطن کیا تھا (۳۳)۔

۲۔ الیگزینڈرین، جس کی قیادت اتھانیسیس کر رہا تھا:

اتھانیسیس (۲۹۶ء) میں اسکندریہ میں پیدا ہوا۔ عیسائی تاریخ میں اسے دقیانوسی عقائد رکھنے والوں کا باپ کہا جاتا ہے۔ الیگزینڈر (م ۳۲۶ء) اس کی قابلیت سے متاثر تھا اور اس نے اسے اپنا سیکرٹری بنا لیا تھا۔ اتھانیسیس نے الیگزینڈر کی ہم رکابی میں نیقیہ کی کونسل (۳۲۵ء) میں ایریس اور ایرینزم کی بھرپور مخالفت کی۔ اس نے 'Hosius' کے ساتھ مل کر نیقیہ کی کونسل میں نیقیہ کا عقیدہ پیش کیا، جس پر دستخط تو ہوئے مگر آئندہ پچاس سال تک منظور نہ ہو سکا۔ اس نے ایرینزم کی مذمت کی اور ایریس اور اس کے حمایتی

یوسیبیس آف نکومیڈیا کو جلاوطن کرایا۔مگر بعد ازاں یوسیبیس آف نکومیڈیا نے قسطنطین کی حمایت حاصل کی اور ۳۳۶ء میں اتھانیسیس کو جلاوطن ہونا پڑا۔اس جلاوطنی کے علاوہ اسے تین بار اور بھی جلاوطن ہونا پڑا (۳۴)۔

۳۔ معتدل گروہ، جس کی قیادت 'Eusebius of Casarea' کر رہا تھا:

'Eusebius of Casarea' (م ۳۳۹ء) فلسطین میں قیصرہ کا بشپ تھا۔وہ ابتدائی عیسائی مؤرخین میں سے تھا۔ مذکورہ بالا مذہبی تناؤ میں وہ معتدل رہا۔وہ ایریس کے نظریات کو شک کی نظر سے دیکھتا تھا جو عیسیٰؑ کو خدا کی مخلوق سمجھتا تھا۔تاہم وہ عیسیٰؑ کو مکمل طور پر خدا ماننے والوں سے بھی متفق نہیں تھا۔مگر اس نے ناخوشی سے نیقیہ کے ہر عقیدے کو قبول کر لیا۔اس کے اس معتدلانہ رویے سے قسطنطین بہت خوش ہوا جو کلیسا کے امن کا بہر حال خواہشمند تھا (۳۵)۔

اس ساری بحث سے مندرجہ ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ عیسائیت کی تاریخ میں پہلی بار تثلیث کے عقیدے کو سرکاری سطح پر تسلیم کرانے کی کوشش کی گئی۔یعنی خدا باپ، خدا بیٹا اور روح القدس پر ایمان

۲۔ کونسل میں حضرت عیسیٰؑ کی 'Nature' پر بحث کی گئی، کونسل خدا اور حضرت عیسیٰؑ کی 'Nature' میں کوئی امتیاز کرنے میں ناکام ہوگئی، تاہم یہ فیصلہ دیا کہ عیسیٰؑ خدا کی اصل سے ہے۔

۳۔ کونسل نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا خلق کیا ہوا نہیں بلکہ خدا سے 'begotton' یعنی ابنِ حقیقی مانا۔

۴۔ کونسل کے عقیدے میں عقیدہ کفارہ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

۵۔ کونسل کے عقیدے میں (سینٹ پال کے) عقیدہ تجسیم کا بھی ذکر ہے۔

۶۔ کونسل کے عقیدے میں واضح طور پر حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے کا ذکر نہیں ہے، تاہم کنایتاً ذکر ہے۔

۷۔ کونسل میں حضرت عیسیٰؑ کے پھر سے آنے اور قیامت کا بھی ذکر ہے۔

تاہم اس کونسل کی مذہبی حیثیت کوئی زیادہ مسلمہ ثابت نہ ہوئی اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ کونسل سیاسی دباؤ کے تحت تھی۔مذہبی رہنماؤں کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

۲۔ سیاسی حکومت یک طرفہ تھی اور اس نے اپنی مرضی کے پادری مدعو کیے تھے۔

۳۔ کونسل دلائل کی بنیاد پر نہیں تھی بلکہ پہلے سے یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ ایریزم کی مذمت کرنی ہے۔

۴۔ کونسل کی بھاگ دوڑ حکومت حمایتی گروہ کے پاس تھی مثلاً ہوسیس جو کہ الیگزینڈرین تھا، نے کونسل کی صدارت کی۔

۵۔ کونسل نے زبردستی اپنے فیصلے منوائے، جیسا کہ 'Eusebius of Nicomedia' نے قسطنطین کے دباؤ میں آکر کونسل کے عقیدے پر دستخط کیے۔

۶۔ کونسل ایک طاقتور پادری'Eusebius of Casarea' کے معتدلانہ رویے پر بھی خوش تھی کہ کم از کم اس کی مخالفت تو نہیں ہوئی۔اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے قسطنطین کے ڈر سے کونسل میں شمولیت کی اور اس پر دستخط کیے، ورنہ اسے بھی اس نظریے پر تحفظات تھے۔

۷۔ کونسل کا عقیدہ تقریباً پچاس سال کے عرصے تک منظور نہیں ہو سکا۔

۸۔ کونسل کے عقیدہ کو وسیع پیمانے پر یعنی عوام الناس نے قبول نہیں کیا تھا۔

۹۔ کونسل کی سیاسی حکومت، بعد میں اپنے فیصلے یعنی نیقیہ کے عقیدے سے تائب نظر آتی ہے۔مثلاً:

الف: قسطنطین نے'Eusebius of Nicomedia' کو اپنی پوزیشن پر بحال کیا۔

ب: قسطنطین نے ایریس کی بحالی کے احکامات دے دیئے تھے اور پادریوں نے باقاعدہ تقریب کے ذریعے اس کی بحالی کا انعقاد کرنا

تھا لیکن اس کے دوستوں کے بقول اسے زہر دے دیا گیا۔

ج: قسطنطین نے اتھانیسیس کو جلاوطن کیا۔

د: قسطنطین کو مرنے سے پہلے بپتسمہ ایرینزم تحریک کے اہم رہنما'Eusebius of Nicomedia' نے دیا۔

آئندہ کے لیے کونسل کا یہ عقیدہ مسیحیوں کے غلط عقائد کے لئے سنگ میل ثابت ہوا اور مسیحیوں نے عیسیٰؑ کو خدا قرار دیا جس کا اندازہ'Stephen Neill' کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے جو اپنی کتاب'Christians Missions' میں لکھتا ہے:

"For all the peoples walk each in the name of its god, but we will walk in the name of the Lord our God forever and ever".

ترجمہ: کیونکہ تمام لوگ اپنے ایک دیوتا کے نام سے چلتے ہیں لیکن ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے آقا ہمارے خدا(مسیح) کے نام سے کریں گے(۳۶)۔

۲۔ قسطنطیہ کی پہلی کونسل (۳۸۱ء):

نیقیہ کی پہلی کونسل (۳۲۵) کے فیصلے تقریباً ۵۰ سال تک منظور نہ ہو سکے اور نہ ہی اس کے عقیدے کو تسلیم کیا گیا۔اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ قسطنطین کے بعد تقریباً ۳۷۸ء تک اکثر رومی سلاطین ایرینز تھے۔اس دوران آرتھوڈوکس کو اٹھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن جونہی ایرین حکمران'Valens' (م ۳۷۸ء) وفات پایا اور اس کی جگہ'Theodasius' (۳۴۷ء تا ۳۹۵ء) تخت نشین ہوا تو جلاوطن نیقیائی پارٹی واپس آنا شروع ہوئی۔'Theodosius I' نیقیائی عقیدہ کا حامی تھا۔اس نے مئی ۳۸۱ء میں مشرقی پادریوں کو

اپنے سامراجی شہر قسطنطنیہ میں بلایا تا کہ کیتھولک اور سیمی ایرین گروہوں کے مابین مفاہمت بحال کرے۔کونسل کی صدارت 'Meletius' (م ۳۸۱ء) نے کی جو ایرین سلاطین کے دور میں تین بار جلاوطن رہ چکا تھا۔کونسل میں 'Thrace'، ایشیائے کوچک اور مصر کے ۱۵۰ اور ۳۶ سیمی ایرین اور میقدونین بشپس نے شرکت کی (۳۷)۔

اس کونسل میں بھی تین واضح گروہ تھے:

۱۔ حکومت حمایتی کیتھولک گروہ، جس کے بشپ کی تعداد ۱۵۰ تھی۔

۲۔ میقدونیائی گروہ۔دوسرے اور تیسرے گروہ کے کل ۳۶ بشپ تھے۔۔

۳۔ اپولینیرین 'Appollinarian' یہ کچھ ردوبدل کے بعد کیتھولک گروہ کے حامی تھے۔

تاہم کونسل کے انعقاد پر آرتھوڈوکس میں سے، ایک اور گروہ بھی وجود میں ایا جو 'Apollinarian' کہلایا۔

ذیل میں ہم ان گروہوں کے نظریات پر مختصر روشنی ڈالتے ہیں:

کیتھولک گروہ، عیسیٰ کی الوہیت کا قائل تھا۔خدا اور حضرت عیسیٰ کو ایک ہی اصل سے خیال کرتا تھا۔کیتھولک گروہ نے اس کونسل میں پہلی دفعہ روح القدس کی الوہیت کا اضافہ کیا۔

۲۔ میقدونیائی گروہ چوتھی صدی عیسوی کا عیسائی فرقہ تھا جو قسطنطنیہ کے بشپ ''Macedonius I'' کے نام سے جانا گیا۔ اس فرقہ نے واضح طور پر روح القدس کی الوہیت کا انکار کیا۔حضرت عیسیٰ کی شخصیت پر بھی کیتھولک سے ان کا اختلاف تھا۔یہ فرقہ خدا اور عیسیٰ کو ایک 'substance' (Homoiusion) یعنی ایک ہی اصل بمعنی مادہ سے ہونے کو مانتا تھا لیکن دونوں کو ایک ہی 'Essence' (homoousion) بمعنی ایک ہی جوہر سے ہونے کو نہیں مانتا تھا۔اسی لئے دوسری کونسل کے نتیجہ میں لفظ 'Homoousion' کو عیسائی عقیدہ میں شامل کیا (۳۸)۔

۳۔ Appollinarian گروہ بھی چوتھی صدی عیسوی کا مسیحی فرقہ تھا۔یہ فرقہ 'Laodicea' کے بشپ، 'Apollinarius' (تقریباً ۳۲۶ تا ۳۹۲ء) سے منسوب ہے۔'Apollinarius' حضرت عیسیٰ کی الوہیت سے آرتھوڈوکس نظریے کا محافظ اور حامی تھا۔'Apollinarius' (م ۳۹۲) اگرچہ اس بات کا قائل تھا کہ الوہیت معمور ہوگئی تھی، مگر اس نے اس بات کا انکار کیا کہ خدا کی مکمل الوہی فطرت یا 'Logos' کبھی مکمل انسانی فطرت رکھنے والے میں مدغم ہوسکتی ہے۔اس نے کہا کہ عیسیٰ ایک فطری انسان تھے جو جسم اور روح رکھتے تھے لیکن الوہیت (Logos) نے انسانی ذہن کی جگہ لے لی تھی (۳۹)۔

کونسل کی کارروائی:

کونسل کی کارروائی مئی ۳۸۱ء میں 'Meletius' (م ۳۸ء) نے شروع کی لیکن اس کی صدارت پر اتفاق نہ ہوسکا۔اس کی جگہ 'Gregory of Nazianzus' (۳۲۹ء تا ۳۸۹ یا ۳۹۰ء) نے کونسل کی صدارت سنبھال لی لیکن اسے مصر اور میقدونیائی

بشپس کی حمایت حاصل نہیں تھی۔ وہ اسے غیر قانونی بشپ سمجھتے تھے۔ اسے حکومت کی حمایت کا بھی اعتبار نہیں تھا۔ لہذا اس نے کونسل کی صدارت سے استعفیٰ دیا۔ گریگوری کے مستعفی ہونے کے بعد کونسل کی صدارت 'Nectorius' نے کی جسے سلطان 'Theodosius I' نے اپنے صوابدیدی اختیارات کے تحت متعین کیا تھا۔ Nectorius کا نام کونسل میں شامل بشپس کی فہرست میں سب سے نیچے تھا اور اکثر بشپ اسے نہیں جانتے تھے (۴۰)۔

کونسل کی قراردادیں:

اس کونسل کے Acts بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اس کی کارروائی کا محض ثانوی مصدر یعنی کلیسائی مجلس کے خطوط وغیرہ سے معلوم ہے۔ اس کونسل سے منسوب سات 'Canons' (قراردادیں یا قوانین وفتاویٰ) میں سے پہلے چار کو صحیح مانا جاتا ہے (۴۱)۔

'Canon 1' میں ایریزم، 'Mecedonianism' اور 'Apollinarianism' کی مذمت کی گئی اور نیقیائی عقیدے کی تصدیق کی گئی۔ Canon 2 and 3 میں اسکندریہ کے طاقتور See (پاپائی دائرہ اختیار) میں کمی کر دی گئی۔ Canon III میں روم کے بعد قسطنطنیہ کے پاپائی دائرہ اختیار میں اضافہ کیا گیا جسے بعد میں خلقیدونیہ کی کونسل (۴۵۱ء) کے Canon 28 میں دہرایا گیا۔ انہی دو 'Canons' یعنی ۲ اور ۲۸ کی وجہ سے صدیوں تک دونوں پاپائی علاقوں (روم اور قسطنطنیہ) میں کشیدگی رہی۔ Canon 4 میں قسطنطنیہ کے ایرین بشپ 'Maximus' کی مذمت کی گئی اور اسے برطرف کر دیا گیا (۴۲)۔

کونسل کے ایک نام نہاد عقیدے کا متن جسے خلقیدونیہ کی کونسل نے اختیار کیا، انسائیکلو پیڈیا امریکانا میں انگریزی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ مذکورہ کونسل نے فرض کر لیا تھا کہ یہ متن قسطنطنیہ کی کونسل نے نافذ کر دیا تھا۔ ہم اس کا اردو ترجمہ قارئین کی نظر کرتے ہیں:

''ہم ایک خدا باپ، طاقتور، زمین و آسمان کا بنانے والا، اور ہر دیکھی اور اَن دیکھی (چیز کا پیدا کرنے والا) پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم ایک آقا، یسوع مسیح، خدا کا اکلوتا بیٹا، باپ سے ابدی طور پر 'Begotton' خدا سے خدا، روشنی سے روشنی، سچے خدا سے سچا خدا، خلق کیا ہوا نہیں بلکہ باپ سے 'begotton' ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ تمام اشیاء اسی کے وسیلے سے بنائی گئیں۔ ہمارے اور ہماری نجات کے لیے وہ آسمان سے نیچے آیا۔ روح القدس کی طاقت سے وہ مریم کنواری سے مجسم ہوا اور انسان بنا۔ ہماری خاطر پیلاطس کے زیرِ نگرانی وہ مصلوب ہوا (مر گیا)۔ اس نے موت کی اذیت اٹھائی اور دفن کر دیا گیا۔ الہامی کتب کے مطابق تیسرے روز جلا اٹھے، وہ آسمان پر چڑھ گئے اور خدا کے داہنے طرف بیٹھ گئے۔ وہ پوری شان کے ساتھ، زندوں اور مردوں کا انصاف کرنے دوبارہ آئے گا، اور اس کی بادشاہی ابدی ہے (۴۳)۔

مذکورہ انسائیکلو پیڈیا روح القدس پر بات کرتے ہوئے مزید لکھتا ہے:

''ہم روح القدس پر ایمان لاتے ہیں، آقا، زندگی بخشنے والا، جو باپ اور بیٹے کی طرف سے آتا ہے۔ باپ اور بیٹے کے ساتھ اس کی بھی عبادت اور تعظیم کی جاتی ہے اور انبیاء کے ذریعے باتیں کر چکا ہے۔ ہم ایک کیتھولک اور رسولوں کی کلیسا پر ایمان رکھتے

ہیں۔ہم گناہوں کو معاف کرنے کے لیے ایک بپتسمہ پر ایمان رکھتے ہوں۔ہم مردوں کے جی اٹھنے اور آنے والی زندگی کے منتظر ہیں(۴۴)۔

اس بحث سے جو اہم نکات سامنے آتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کونسل بنیادی طور پر ایرینزم کی مذمت اور نیقیائی عقیدے کی منشوری کے لئے بلائی گئی تھی۔

۲۔ کونسل نیقیائی عقیدے کے حامی گروہ اور نیمی ایرین گروہ کے مابین مفاہمت پیدا کرنے کے لئے بلائی گئی تھی۔

۳۔ کونسل میں نیقیائی عقیدے کے حامی گروہ کو اکثریت حاصل تھی، بلکہ مذکورہ گروہ کے حامی بشپس کو ہی دعوت دی گئی تھی۔

۴۔ کونسل اس وقت بلائی گئی تھی جب سیاسی حکومت اس عقیدے کی حامی تھی۔ایرینز حکمرانوں کے دور میں کوئی Ecumenical کونسل نہیں بلائی گئی تھی۔

۵۔ کونسل نے ایرینزم کی مذمت کی، حالانکہ کونسل میں کوئی بھی ایرین بشپ شامل نہیں تھا، صرف چند نیمی ایرین بشپس شامل تھے۔

۶۔ کونسل میں پہلی بار نیقیہ کا عقیدہ (۳۲۵ء) تسلیم کرلیا گیا۔بلکہ نیقیائی عقیدے میں اضافہ کیا گیا۔

۷۔ کونسل کا ایک گروہ میقدونین اس عقیدے کو نہیں مانتا تھا وہ واضح طور پر روح القدس کی الوہیت کا منکر تھا، جس کی کونسل نے مذمت کی۔

۸۔ کونسل کا ایک اور گروہ Apollinarian تھا جو دراصل آرتھوڈوکس تھا لیکن اس نے بھی کونسل کے عقیدے کو ماننے سے انکار کیا۔

۹۔ کونسل کے ایکٹ محفوظ نہیں ہیں۔صرف ثانوی مصادر سے اس کی کارروائی معلوم ہے، جس کی صحت کا کوئی اختیار نہیں۔

۱۰۔ کونسل سے منسوب سات Canons میں سے پہلے چار کو مستند مانا گیا، باقی تین کو غلط قرار دیا گیا۔

۱۱۔ Canon ۲ اور ۳ کی وجہ سے صدیوں تک روم اور قسطنطنیہ کے See (پاپائی دائرہ اختیار) میں کشیدگی رہی جو ایک نیا مسئلہ تھا۔گویا قسطنطنیہ کے See کو کونسل کا Canon نمبر ۳ منظور نہیں تھا۔

۱۲۔ کونسل کے عقیدے کو ۷۰ سال بعد خلقیدونیہ کی کونسل میں اس وقت تسلیم کرلیا گیا جب یہ فرض کرلیا گیا کہ یہ عقیدہ قسطنطنیہ کی کونسل نے نافذ کرایا تھا۔

۱۳۔ پورے دو صدیوں تک اس کونسل کو ایک عام Ecumenical کونسل کے طور پر تسلیم ہی نہیں کیا گیا تھا۔۳۸۱ء میں منعقدہ کونسل کو Pope Gregory (۵۰۰تا۶۰۴ء) نے (تقریباً دو سو سال بعد) Ecumenical Council کے طور پر تسلیم کیا۔

۱۴۔ Appollinarianism کے مسئلے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کونسل میں بھی عیسائی دنیا حضرت عیسیٰ کی ذات

اور شخصیت کے متعلق یہ فیصلہ نہ کرسکی کہ وہ کیا تھے؟ بلکہ ایک نئی مشکل میں پڑ گئے۔

۱۵۔ یہ کونسل اس لحاظ سے بھی Ecumenical کہلانے کی مستحق نہیں ہے کہ اس کونسل میں کل ۱۸۶ بشپس شامل ہوئے، جن میں کیتھولک پادری ۱۵۰ تھے۔ جبکہ اس سے قبل نیقیہ کی کونسل (۳۲۵ء) میں ۲۷۰ اور بعض روایات کے مطابق ۱۳۰۰ اسقف شامل تھے۔ ۵۶ سال بعد منعقد ہونے والی کونسل میں بشپس کی تعداد لازمی طور پر زیادہ ہونی چاہئے تھی۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تمام کلیساؤں کے بشپس نے اس کونسل میں شرکت نہیں کی اور نہ ہی اس کونسل اور اس کے عقیدے کو تسلیم کیا۔

۱۶۔ یہ کونسل نیقیہ کی کونسل (۳۲۵ء) سے عقائد میں مختلف ہے کیونکہ نیقیہ کی کونسل میں روح القدس کی الوہیت پر بات تک نہیں ہوئی تھی جبکہ اس کونسل میں روح القدس کو بھی خدا مانا گیا اور اس کی عبادت لازمی قرار دی گئی۔ گویا عیسائی دنیا باقاعدہ اور سرکاری سطح پر تین سو سال تک ایک اور پھر تین سے ساڑھے تین سو سال تک دو خداؤں کو مانتی رہی اور اس کونسل کے بعد تین خداؤں کو ماننا اور ان کی عبادت کرنا شروع کیا۔

۱۷۔ نیقیہ کی کونسل (۳۲۵ء) میں آرتھوڈوکس کے مخالفین صرف ایرینز تھے لیکن اب ان کے مخالفین میں بھی اضافہ ہوا۔ Apollinarians اور Macedonians جو پہلے آرتھوڈوکس کے حامی تھے، اب وہ بھی ان کے خلاف ہوگئے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے غلط عقیدے کے منکرین میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا رہا۔

۱۸۔ اس کونسل کے انعقاد کے بعد چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں عقیدہ تثلیث مسیحیت کا حصہ بن تو گیا مگر ایک گروہ کے مقابلے میں تین واضح گروہ تھے جنہوں نے اس کا انکار کیا۔ گویا اکثریت نے اس عقیدے کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔

۱۹۔ کونسل میں صرف مشرقی پادریوں کو بلایا گیا تھا، لہٰذا اس لحاظ سے بھی ایک یہ عام Ecumenical کونسل نہیں تھی۔

۲۰۔ مصر اور مقدونیہ کے پادریوں نے Gregory of Nazianzus کو قسطنطنیہ کا بشپ ماننے سے انکار کیا۔ اس کے مقابلہ میں انہوں نے Masimus کی حمایت کی اور کہا 'See of Sabima سے گریگوری کی منتقلی غیر قانونی تھی۔ گویا جو بشپ کونسل کی صدارت کر رہا ہے اس کی پوزیشن ہی غیر قانونی تھی۔

۲۱۔ Meletius (م ۳۸۱ء) کی موت کے بعد کونسل کی صدارت ایک متنازعہ بشپ کے سپرد ہوئی تھی جس نے بالآخر استعفیٰ دیا۔ پھر کونسل کی صدارت ایسے گمنام شخص کے حوالے کی گئی جس کو کونسل میں شامل دوسرے بشپ جانتے تک نہ تھے Theodosius ا نے اپنے صدابدیدی اختیارات استعمال کر کے متعین کیا تھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کونسل بنیادی طور پر ایرینزم کی مذمت اور کیتھولک اور سیمی ایرینز کے مابین مفاہمت پیدا کرنے کے لئے بلائی گئی تھی لیکن کونسل Macedonianism اور Apollinarianism جیسے نئے مسائل سے دوچار ہوگئی۔ کونسل میں پہلے

ہی تمام عیسائی کلیساؤں کے نمائندے موجود نہیں تھے اور جو موجود تھے وہ بھی کونسل کی قراردادوں پر متفق نہیں ہو سکے بلکہ دوران کونسل اسی میں شامل دو گروہوں کی مذمت کی گئی۔ لہذا یہ ہرگز ایک عام Ecumenical کونسل نہیں تھی اور نہ ہی اس کے عقیدے کو عیسائی اکثریت نے قبول کیا تھا۔

۳۔ افسس کی پہلی کونسل (۴۳۱ء):

مسیحی کلیسا کی تیسری عام (Ecumenical) کونسل قیصر 'Theodosius II' (م ۴۵۰ء) کے زمانے میں ۴۳۱ء میں افسس میں منعقد ہوئی (۴۵)۔

سبب انعقاد:

چوتھی صدی عیسوی کے اواخر میں قسطنطنیہ کی پہلی کونسل (۳۸۱ء) میں عقیدہ تثلیث کو پہلی بار سرکاری طور پر رائج کر دیا گیا۔ تاہم اس عقیدے کی کوئی واضح تشریح وتوضیح نہ ہوسکی کہ اقانیم ثلاثہ میں وحدت کیونکر پیدا ہوگی اور ان کی باہمی ربط کی نوعیت کیا ہوگی؟ چنانچہ فطری طور پر مسیحی معاشرے میں اس کے متعلق مختلف سوالات اٹھنے شروع ہو گئے۔ مزید برآں یہ بات بھی سامنے آئی کہ اگر حضرت عیسیٰ بالفرض خدا ہیں تو آپؑ کی ماں حضرت مریمؑ ایک خدا کی ماں تھی یا کہ انسان کی؟

اس ضمن میں ایک اہم مسئلہ جو مسیحی دنیا کے لئے پیدا ہوا وہ نسطور کا عقیدہ ونظریہ تھا۔ نسطور نے حضرت مریمؑ کے لئے استعمال ہونے والے لقب Mother of God کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ نسطور کا کہنا تھا کہ حضرت مریمؑ ایک انسان کی ماں تھی نہ کہ ایک خدا کی (۴۶)۔

نسطور ایک مبلغ تھا جسے 'Theodosius II' نے 'Partriarch of Constntinople' (۴۲۸ء تا ۴۳۱ء) بنایا۔ ان دنوں عیسیٰ کی الوہی صورت اور بشری صورت پر خاصا تنازع تھا۔ کچھ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ کی ذات میں، انسان کی صورت میں ایک خدا پیدا ہوئے۔ ایسے لوگ حضرت مریمؑ کو 'Theotokos' (خدا کی ماں) کہلانے پر مصر تھے۔ جبکہ مخالف گروہ کا کہنا تھا کہ خدا ایک ابدی وجود رکھتا ہے اور اسے پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا مؤخر الذکر گروہ نے حضرت مریمؑ کے لئے مذکورہ بالا لقب کے استعمال سے انکار کیا۔ نسطور نے درمیانہ راستہ اختیار کرنے کی کوشش کی اور ایک نیا لقب 'Christokotos' (birth-give of Christ) تجویز کیا۔ اس لقب کو دونوں گروہوں نے مسترد کیا بلکہ Cyrill, patriarch of Alexandria (۳۷۶ء تا ۴۴۴ء) نے اس پر بدعت کا الزام لگایا اور اس کی تعلیمات جانچنے کے لئے افسس کی کونسل (۴۳۱ء) بلائی (۴۷)۔

نسطور کو انطاکیائی سکول کی حمایت حاصل تھی جبکہ Cyrill کو اسکندریائی سکول کی حمایت حاصل رہی ان دونوں مکاتب فکر (انطاکیائی اور اسکندریائی) کے تنازعے کے متعلق انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں لکھا ہے:

ترجمہ: انطاکیائی سکول عیسیٰ کی بشری حقیقت اور تکمیل پر زور دیتا رہا۔ اسکندریائی مکتب فکر عیسیٰ کی الوہیت پر مصر تھا، دونوں

آرتھوڈوکس تھے (لیکن) دونوں کے درمیان تنازعات بڑی کثرت اور سرعت کے ساتھ اٹھے کیونکہ ان کے استعمال کردہ دینی اصطلاحات کی واضح تعریف نہیں کی گئی تھی (۴۸)۔

کونسل کی کارروائی:

قیصر 'Theodosius II' (۴۰۱ءتا۴۵۱ء) نے Pope Celestine کی حمایت سے جون ۴۳۱ء کو افسس کی کونسل بلائی۔تاہم Cyril, Patriach of Alexandria (۳۷۶ءتا۴۴۴ء) نے انطلیائی سکول

مشرقی بشپس کے پہنچنے سے پہلے ہی ۲۲ جون ۴۳۱ء کو کونسل کی کارروائی شروع کرادی۔اس وقت روم سے پاپائی سفیر بھی نہیں پہنچے تھے۔کونسل نے نسطور کی مذمت کی۔جب انطلیائی بشپس پہنچے تو انہوں نے Cyrill کے منظور کردہ کونسل کو ماننے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اس کے مقابلے میں John, Patriarch of Antioch کی سربراہی میں اپنی ایک کونسل قائم کی جس میں انہوں نے نسطور کو بے گناہ ثابت کرکے، اس کی بھرپور حمایت کی اور Cyrill کی مذمت کی۔دوسری طرف پاپائی سفیروں نے جولائی، ۴۳۱ء میں Cyrill کا ساتھ دیا۔تاہم جب واضح حل نہیں نکل سکا تو دونوں گروہوں نے 'Theodosius II' سے رابطہ کیا جس نے کونسل کو منسوخ کرنے کا اعلان کیا (۴۵)۔

طویل گفت وشنید کے بعد ۴۳۳ء میں Cyri اور John کے درمیان مفاہمت ہوئی۔دونوں نے مل کر نسطور کی مذمت کی، لیکن John کے اس فیصلے پر اس کے بہت سے قریبی حمایتی بشپس نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔دوسری طرف قیصر 'Thdodosius II' نے بھی 'Cyrill' کی مذمت کی اور اسے 'متکبر فرعون' قرار دیا۔اور نسطوری بشپس نے تو اسے 'monster' قرار دیا (۵۰)۔

حاصلِ کلام:

مذکورہ بالا بحث سے جو اہم نکات سامنے آتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ انطاکیہ کے بشپس اور پاپائی سفیروں کے پہنچنے سے پہلے ہی 'Cyrill, Patriarch of Alexandria' نے کونسل کی کارروائی شروع کرادی اور نسطور کی مذمت کی۔چونکہ کونسل میں انطاکیہ کے بشپس اور پاپائی سفیر شامل ہی نہیں تھے، لہذا اسے ایک عام Ecumenical کونسل کیسے مانا جا سکتا ہے؟

۲۔ انطاکیہ کے بشپس اور پاپائی سفیروں کے پہنچنے کے بعد، تاخیر سے پہنچنے والے بشپس اگر 'Cyrill' کے زیرِ نگرانی منعقد ہونے والی کونسل کی توثیق کر لیتے تو اسے ایک عام 'Ecumenical' کونسل ماننے میں کوئی حرج نہیں تھا۔لیکن انطاکیہ کے بشپس نے نہ صرف اس کی مخالفت کی بلکہ اس کے مقابلے میں 'John, Patriarch of Antioch' کی قیادت میں ایک مخالف کونسل منعقد کی، جس میں نسطور کا بھرپور ساتھ دیا گیا، اسے بے گناہ ثابت کیا گیا اور Cyrill کی مذمت کی گئی، اگرچہ پاپائی سفیروں نے

'Cyrill' کا ساتھ دیا۔

۳۔ دونوں پارٹیوں کی اپیل پر قیصر'Theodosius II' نے بھی کونسل کو منسوخ کر دیا تھا۔

۴۔ دو سال بعد'Cyrill' اور'John' کے درمیان مفاہمت ضرور ہوئی اور دونوں نے مل کر نسطور کی مذمت بھی کی لیکن اس مفاہمت سے'John' کے حامی بشپس اس کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

۵۔ خود'Cyrill' جسے کونسل میں مرکزی حیثیت حاصل تھی، اور جسے موجودہ عیسائی دنیا اس کونسل میں ایک ہیرو کے طور پر پیش کرتی ہے، کو ایک بہت بڑی تعداد بالکل پسند نہیں کرتی تھی۔ یہاں تک کہ خود قیصر'theodosius II' (۴۵۰ء) نے اس کی مذمت کی اور اسے متکبر فرعون کہا ہے۔ اس کے علاوہ نسطوری بشپس تو اسے'monster' کہتے تھے اور ان کا کہنا تھا کہ'Cyrill' کلیسا کی تباہی کے لئے پیدا ہوا تھا اور تعلیم پائی تھی۔

۶۔ Cyrill کی شخصیت ایک اور وجہ سے بھی متنازع تھی، وہ یہ کہ اس نے اسکندریہ سے Novatians اور یہودیوں کو بے دخل کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک غیر عیسائی فلاسفر'Hapatia' کو قتل بھی کیا اس لیے لوگ اسے ناپسند کرتے تھے (۵۱)۔

۷۔ جس طرح رومن کیتھولک دیگر'saints' کا دن مناتے ہیں، اس طرح انہوں نے'saint Cyrill' کا ایک طویل عرصہ تک نہیں منایا بلکہ'Cyrill' کو رومن کیتھولک نے اپنے 'Tridentine Calender' میں ۱۸۸۲ء تک شامل ہی نہیں کیا تھا (۵۲)۔

۴۔ افسس کی دوسری کونسل (۴۴۹ء):

افسس کی پہلی کونسل (۴۳۱ء) کے تقریباً ۱۸ سال بعد قسطنطنیہ کی عیسائی خانقاہ کے راہب Eutyches (۳۷۸ء ۴۵۴ء) نے اس نئے عقیدے کا دعویٰ کیا کہ تجسیم (Incarnation) کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی ایک ہی فطرت یعنی الوہی فطرت تھی۔ Eutychess کے عقیدے کو monophysitism کا نام دیا گیا۔ اس نے تجسیم کے بعد عیسیٰؑ کی بشری فطرت کا انکار کیا۔ انسائیکلوپیڈیا امریکانا نے لکھا ہے کہ Eutyches اسکندریہ کے اسقف'Cyrill' کے عقیدے کا پکا دفاع کرنے والا تھا لیکن شاید وہ 'Cyrill' کے عقیدے کو سمجھ نہ سکا اور اس کی غلط ترجمانی کر بیٹھا یا پھر شاید اس سے اتفاق نہ کر سکا (۵۳)۔

حقیقت یہ ہے کہ'monopysitism' کا نظریہ'St.Cyrill' نے ہی پیش کیا تھا۔ انسائیکلوپیڈیا امریکانا کے مطابق اسکندرین مسیح کی الوہیت پر زور دے رہے تھے۔ اسکندریہ کے بطریق، سیرل نے افسس کی کونسل (۴۳۱ء) میں انطاکیوں کے پہنچنے پر پہلے اور یسزم کی مذمت کی۔ اس نے مونو فیسائیٹ کا یہ نظریہ پیش کیا، کہ حضرت عیسیٰؑ کی ایک ہی فطرت تھی جس میں بشری (فطرت) الوہی (فطرت) میں جذب ہو گئی تھی (۵۴)۔

اس کونسل کے'Synod' میں 'Flavian' (م ۴۴۹ء) نے Eutyches کی مذمت کی اور اسے **بدعتی قرار دیا۔ لیکن**

خود Cyrill کے جانشین Diosurus (م ۴۵۴ء) نے Eutyches کی بھرپور حمایت کی۔تاہم پوپ Leo I (۴۶۰ء) نے ۴۴۸ء کے Flavian کے Synod کے فیصلے کو برقرار رکھا بلکہ درحقیقت Leo I نے Flavian و Eutyches کی مذمت کرنے پر مجبور کیا (۵۵)۔

اس تنازعہ کو ختم کرنے کے لئے قیصر Theodosius (۴۵۰ء) نے Eutyches کو بری کر دیا اور Flavian کی بھرپور مذمت کی اور اسے جلاوطن کر دیا۔کونسل نے Eutyches کی توثیق کر کے عقیدہ تجسیم (Incarnation) پیش کیا۔جس کے مطابق حضرت عیسیٰ کی صرف ایک ہی صورت (الوہی صورت) تھی۔انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں لکھا ہے:

''۴۴۹ء میں Theodosius نے افسس کی ایک اور کونسل بلائی جو تاریخ میں چوروں یا ڈاکوؤں کی کونسل سے مشہور ہے۔اس (کونسل) نے Eutychianism کی منظوری دے دی، جو ایک عقیدہ ہے جس کے مطابق تجسیم کے بعد حضرت عیسیٰ کی ایک ہی الوہی فطرت تھی'' (۵۶)۔

'Pope Leo I' نے افسس کی کونسل (۴۴۹ء) اور اس کے عقیدے کو ماننے سے انکار کیا۔ بلکہ اس نے اس کونسل کو 'Robber Synod' (چوروں یا ڈاکوؤں کی کونسل) کا نام دیا۔اس نے اس کونسل کے خلاف بھرپور احتجاج کیا لیکن سلطان 'Theodosius' (م ۴۵۰ء) نے اس کونسل کی مکمل حمایت کی۔تاہم سلطان کی موت کے بعد خلقیدونیہ کی کونسل (۴۵۱ء) میں اس عقیدے کی مذمت کی گئی۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خود آرتھوڈوکس عیسیٰ کی فطرت اور صورت کے بارے میں کس قدر اختلاف کا شکار رہے۔اسکندریہ کا اسقفِ اعظم 'Cyrill' جسے افسس کی پہلی کونسل میں ہیرو کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔تجسیم سے قبل عیسیٰ کی دو، مگر تجسیم کے بعد ایک ہی الوہی فطرت کا قائل تھا۔اس کے جانشین 'Dioscurus' نے افسس کی دوسری کونسل (۴۴۹ء) میں Eutyches جو تجسیم کے بعد عیسیٰ کا ایک ہی فطرت (الوہی فطرت) کا قائل تھا کا ساتھ دیا۔یہ تمام نامور مسیحی، آرتھوڈوکس تھے لیکن 'Cyrill' جس نے ایک ہی فطرت کے عقیدے کی بنیاد رکھی تھی، کی مذمت نہیں کی گئی جبکہ باقی دونوں کی مذمت کی گئی (۵۷)۔

۵۔ خلقیدونیہ کی کونسل اور اس کا سبب انعقاد:

افسس کی کونسل (۴۴۹ء میں حضرت عیسیٰ کی فطرت کی نئی تشریح کرنے پر 'Pope Leo I' کو سخت غصہ تھا۔اس نے اسے 'Robber Synod' کہا۔لیکن سلطان 'Theodosius' (۴۵۰ء) کے ہوتے ہوئے وہ کچھ نہ کر سکا۔اس کی موت کے بعد 'Marcian' (۳۹۲ء تا ۴۵۷ء) روم کا بادشاہ بنا۔نیا سلطان پوپ 'Leo I' کے نظریے کا حامی تھی۔سلطان نے پوپ کو ایک خط کے ذریعے خلقیدونیہ کی کونسل تجویز دی۔پہلے پہل یہ کونسل نیقیہ میں 'Bithynia' کے مقام پر یکم ستمبر کو جمع ہوئی لیکن بعد ازاں اسے خلقیدونیہ منتقل کیا گیا تاکہ قیصر 'Marcian' خود اس کی نگرانی کر سکے، جہاں آٹھ اکتوبر سے یکم نومبر (۴۵۱ء)

تک اس کے اجلاس ہوتے رہے۔ پوپ 'Leo I' کو کونسل کے مقام انعقاد پر اعتراض تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ مشرق میں کونسل کے انعقاد سے مغربی بشپ اس میں شمولیت نہیں کر سکیں گے، لیکن بعد میں سلطان کے کہنے پر راضی ہوا (۵۸)۔

حاضرین کی تعداد:

انسائیکلو پیڈیا امریکانا اور کولیئر انسائیکلو پیڈیا نے کونسل میں شامل 'bishops' کی مختلف تعداد بتائی ہے۔ اول الذکر انسائیکلو پیڈیا کے مطابق کونسل میں ۳۳۰ مشرقی 'bishops' تین پاپائی سفیر اور دو جلاوطن افریقی bishops بھی شامل ہوئے جبکہ مؤخر الذکر انسائیکلو پیڈیا کے مطابق کونسل میں شامل bishops کی تعداد پانچ سو اور چھ سو کے درمیان تھی، جن میں سے اکثر کا تعلق مشرق سے تھا (۵۹)۔

کونسل کی کارروائی:

کونسل کے پہلے چار اجلاسوں میں Dioscurus اور Robber Synod سے متعلقہ لوگوں پر بحث کی گئی۔ جس کے نتیجے میں Dioscurus کو معزول کر دیا گیا اور Eutyches (م ۴۴۹ء) کی تعلیمات کی مذمت کی گئی۔ ۲۶ تا ۳۱ اکتوبر کے اجلاسوں میں Robber Synod میں معزول کئے گئے bishops کو بحال کر دیا گیا اور کونسل نے Canon 28 (قانون یا فتویٰ نمبر ۱۸) کو جاری کر دیا گیا، جس میں قسطنطنیہ کے 'Patriarch' کا عہدہ پاپائے روم کے بعد دوسرے نمبر پر کر دیا گیا۔ اس canon کی وجہ سے پوپ 'Leo I' نے ۲۱ مارچ تک کونسل کی تصدیق کرنے سے انکار کیا (۶۰)۔

کونسل کا عقیدہ:

خلقیدونیہ کے عقیدے کو کسی ایک شخص کی تعلیمات کے ساتھ منسوب نہیں کیا جا سکتا بلکہ بہت سارے اشخاص کی مختلف تعلیمات پر مبنی عقائد کا ایک ملغوبہ تھا۔ 'Pope Leo I' کو واضح طور پر یہ یقین تھا کہ کونسل کا عقیدہ اس کے Flavia کے نام خط (Tome) تک محدود رکھا جائیگا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ کونسل میں جب 'Leo I' کے Gome (Flavian کے نام خط) کو Cyril کے دو synodal خطوط کے ساتھ پیش کیا گیا تو چند مصری بشپ نے پاپائی وضاحت پر اعتراض کیا اور Anatolius of Constantinople کی زیرِ قیادت کمیٹی نے ایک نئی تعریف کر دی۔ کونسل کی دینیاتی تعریف کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا امریکانا میں لکھا ہے:

ترجمہ: خلقیدونیہ کی دینیاتی تعریف Cyril انطاکیہ کے یوحنا، قسطنطنیہ کے فیوین اور Leo کے ٹوم (خط) ٹرٹولین اور سینٹ آگسٹائن کی مغربی روایات پر مشتمل تھیوڈورٹ آف سر کی تعلیمات کا ایک ملغوبہ تھا (۶۱)۔

اہم نکات:

مندرجہ بالا بحث سے جو اہم نکات سامنے آتے ہیں، کچھ یوں ہیں:

۱۔ کونسل کے انعقاد کا مقصد Eutyches اور اس کے عقیدے کی مذمت کرنا تھا جو Cyril کی تعلیمات پر عمل پیرا تھا اور اس کے عقیدے کا دفاع کرنے والا تھا۔تاہم اس پر monophysitism کی بنیاد ڈالنے کا الزام لگایا گیا جو دراصل Cyril نے ڈالی تھی۔

۲۔ Pope Leo I شروع میں اس کونسل کے مشرق میں منعقد کرنے پر معترض تھا، تاہم بادشاہ کے اصرار پر وہ راضی ہوا۔ پوپ کا کہنا تھا کہ مغربی بشپ اس میں شامل نہ ہوسکیں گے۔اور حقیقت میں بھی بہت کم مغربی پادری کونسل میں شریک ہوئے، لہذا اسے Ecumenical کونسل نہیں جاسکتا۔

۳۔ کونسل میں شامل بشپس کی تعداد صحیح طور پر معلوم نہیں، بلکہ تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔

۴۔ کونسل نے Cyrill کے جانشین Dioscurus کو معزول کیا، جو Euthches کا حمایتی تھی۔ چونکہ Eutyches سرل کے عقیدے کا دفاع کرنے والا اور Disocurus سرل کا جانشین تھا، جس سے یہ بالکل واضح ہوتا ہے کہ Cyrill کا بھی عقیدہ یہی تھا جس کی اس کونسل میں مذمت کی گئی۔گویا بالواسطہ Cyril کی مذمت کی گئی تھی۔لیکن سوال یہ ہے کہ Cyril کی بلاواسطہ مذمت کیوں نہیں کی گئی تھی؟ اس ضمن میں دو باتیں بڑی اہم ہیں۔اول یہ کہ Cyril کا تعلق اسکندریائی مکتب فکر سے تھا، اس کی مذمت گویا مذکورہ مکتب فکر کی مذمت تھی اور کلیسا اس خطرہ کو کبھی بھی مول نہیں لے سکتا تھا۔کیونکہ یہ وہ مکتب فکر تھا جو انطاکیائی مکتب فکر کی نسبت کلیسا کے زیادہ نزدیک تھا۔دوم یہ کہ چونکہ افسس کی پہلی کونسل (۴۳۱ء) میں Cyril کو ہیرو کے طور پر پیش کیا گیا تھا، لہذا اب اگر اس کی مذمت کی جاتی تو گویا بالواسطہ یہ افسس کی کونسل کی مذمت ہوتی۔لہذ Cyril کی مذمت نہ کرنا کلیسا کی مجبوری تھی۔

۵۔ کونسل نے Canon 28 (قانون یا فتویٰ نمبر ۲۸) کو جاری کیا، جس میں قسطنطنیہ کے کلیسا کو روم کے کلیسا کے بعد دوسرا درجہ دے دیا گیا۔

پوپ Leo I نے اسے ماننے سے انکار کیا، لیکن بعدازاں ۲۱ مارچ ۴۵۳ء کو اسے قبول کیا۔

۶۔ خلقیدونیہ کی کونسل نے کوئی واضح عقیدہ نہیں دیا، بلکہ اس کا عقیدہ مختلف لوگوں کی تعلیمات پر مبنی ایک ملغوبہ تھا۔

۷۔ Pope Leo I کی خواہش تھی کہ Flavian کے نام اس کے tome (خط) کے مطابق کونسل کی دینیاتی تعریف کی جائے اور اس ضمن میں اس نے کوشش بھی کی۔لیکن اسے اس وقت بہت زیادہ مایوسی ہوئی جب مصر کے چند بشپس نے پاپائی سفیروں کی دینیاتی تعریف کی وضاحت پر اعتراض کیا۔گویا Pope Leo I کی دینیاتی تعریف یعنی عقیدے کو ماننے سے انکار کردیا گیا۔

۶۔ قسطنطنیہ کی دوسری کونسل (۵۵۳ء):

کلیسا کی چھٹی عام (Ecumenical) کونسل قسطنطنیہ میں جو ۵۵۳ء میں منعقد ہوئی۔ یہ کونسل بازنطینی بادشاہ

Justanian

(م ۵۶۵ء) نے بلائی۔ یہ کونسل قسطنطنیہ کے بطریق Eutychius کے زیر صدارت منعقد ہوئی (۶۲)۔

سبب انعقاد:

یہ کونسل بنیادی طور نسطوریزم کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے بلائی گئی تھی۔ Justanian (م ۵۶۵ء) نے Three Chapters میں نسطوریزم کا آخری نام و نشان دیکھا اور اس کی مذمت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ابواب ثلاثہ یا Three Chapters مندرجہ ذیل اشخاص کی تحریرات پر مشتمل تھے:

۱۔ Theodore of Mopsuestia کی شخصیت اور اس کی تحریرات۔

۲۔ Theodoret of Cyrl کی کچھ تحریرات۔

۳۔ Maris, bishop of Hardasir کے نام Ibas of Edessa کا خط (۶۳)۔

کونسل کا انعقاد:

اس کونسل کو قسطنطنیہ میں Hagia, Sophia کے مقام پر منعقد کیا گیا۔ پوپ Vigilius (م ۵۵۵ء) نے کونسل میں شامل ہونے سے انکار کیا۔ کونسل میں مغرب کے بشپ بھی بہت کم تعداد میں شامل ہوئے۔ ۱۶۸ء میں صرف گیارہ کے علاوہ دیگر تمام بشپس کا تعلق مشرق سے تھا۔ پوپ Vigilius کو زبردستی قسطنطنیہ لایا گیا، اس کے باوجود اس نے کونسل کو ماننے سے انکار کیا۔ دراصل Three Chapters کی مذمت بالواسطہ طور پر خلقیدونیہ کی کونسل (۴۵۱ء) کی مذمت تھی کیونکہ خلقیدونیہ کی کونسل نے Theodoret of Cyr اور Ibas of Edessa کو نسطوریزم سے پاک قرار دیا گیا تھا۔ تاہم ۸ دسمبر ۵۵۳ء کو Vigilius نے اپنے رویے میں نرمی لائی اور کونسل کے فیصلے کو قبول کیا (۶۴)۔

کونسل کی قراردادیں:

۱۔ کونسل نے حضرت عیسیٰ کو دو فطرتوں، الوہی اور بشری پر اصرار کرتے ہوئے Three Chapters (نسطوریزم) کی مذمت کی۔

۲۔ کونسل نے تیسری صدی عیسوی کے Origin (م ۲۵۴ء) کی کی گئی مذمت کی تصدیق بھی کر دی۔

نکات:

کونسل پر کی گئی بحث سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ کونسل نسطوریزم کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے بلائی گئی تھی۔ کونسل نے Three Chapters کی مذمت کی، جس میں نسطوریزم کا نام و نشان باقی تھا۔ ابواب ثلاثہ کی دو اہم شخصیات Theodoreet of Cyr (م ۴۶۶ء) اور Ibas of

Edessa (م ۴۵۷ء) بھی تھیں، جنہیں خلقید ونیہ کی کونسل (۴۵۱ء) نے نسطوریزم سے پاک قرار دیا تھا۔اس سے تاثر بھی ملتا ہے کہ Three Chapters کی مذمت بالواسطہ طور پر خلقید ونیہ کی کونسل (۴۵۱ء) کی مذمت تھی۔

۲۔ Pope Vigilius نے کونسل میں شمولیت سے انکار اسی لیے کیا کیونکہ Three Chapters کی مذمت دراصل خلقید ونیہ کی کونسل کی مذمت تھی۔تاہم اسے روم سے زبردستی قسطنطنیہ لایا گیا اور کونسل کا فیصلہ ماننے پر مجبور کیا گیا۔انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

Vigilius کو زبردستی شاہی شہر (قسطنطنیہ) میں رکھا گیا۔اس نے ان تحریرات (ابواب ثلاثہ) کے خلاف احتجاج نہیں کیا، جس کی مخالفت وہ بذاتِ خود Justinian کے نام لکھے گئے ایک دستاویز میں کر چکا تھا، بلکہ اس نے خلقید ونیہ کی کونسل کی بالواسطہ مذمت کی مخالفت کی، جس نے دونوں Ibas اور Theodorect کو نسطوریت کے داغ سے پاک قرار دیا تھا (۶۵)۔

اب ایسے کونسل کو Ecumenical کیسے مانا جا سکتا ہے جس میں روم کے پادری سے توہین آمیز سلوک کیا گیا۔یاد رہے کونسل کے فرامین نہ ماننے پر اسے سات سال تک قسطنطنیہ میں قید رکھا گیا۔انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں لکھا گیا ہے:

بعدازاں، اس نے کونسل کے فرامین کی تصدیق کر دی اور (روم سے) سات سال کی غیر موجودگی کے بعد اسے روم جانے کی اجازت دے دی گئی لیکن وہ راستے ہی میں فوت ہو گیا (۶۶)۔

۳۔ اگرچہ اس کونسل نے نسطوریزم کو کافی حد تک نقصان پہنچایا لیکن کونسل نے St Cyril کی استعمال کردہ اصطلاح (Mono Physis) پر اعتماد کر کے Monothelitism کے لئے راستہ ہموار کیا اور آئندہ ہونے والی عام کونسل (۶۸۰ء-۶۸۱ء) میں کلیسا کو Monothelitism کی مذمت کرنا پڑی۔انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں لکھا ہے:

Although Nestorianism was thus successfully destroyed, co-nstantinople II's reliance on the Christological terminology of St. Cyril prepared the way for another heresy, Monothelitism.

ترجمہ: اگرچہ نسطوریزم کو کامیابی سے تباہ کر دیا گیا (لیکن) St.Cyril کی مسیحی اصطلاح پر دوسری قسطنطنیہ (کی کونسل) کے اعتماد کے ایک اور بدعت monothelitism کے لئے راستہ ہموار کر لیا (۶۷)۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کونسل کے تصورات مبہم تھے، کیونکہ کونسل نے St Cyril کی اصطلاح پر تو اعتبار کر لیا لیکن جب وہی اصطلاح اپنی ارتقائی شکل میں monothelitism تک پہنچی تو قسطنطنیہ کی تیسری کونسل (۶۸۰ء-۶۸۱ء) میں اس کی مذمت کرنا پڑی۔

۴۔ مغربی کلیسا نے بھی کونسل کو ماننے سے انکار کر دیا اگرچہ پوپ سے زبردستی کونسل کا فیصلہ منوالیا گیا تھا۔مغربی کلیسا نے کونسل کے فیصلے کو ماننے سے اس لئے انکار کیا کیونکہ قسطنطنیہ کی دوسری کونسل (۵۵۳ء) (۵۵۳ء) کا فیصلہ ماننا خلقید ونیہ کی عام کونسل (۴۵۱ء) کی مذمت کرنے کے مترادف تھا اور مغربی کلیسا خلقید ونیہ کی کونسل کا زیادہ وفادار تھا (۶۸)۔

۴۔ اس کونسل کے بعد شمالی اطالوی بشپس نے See of Rome کی اطاعت سے انکار کیا اور انہیں فرانس اور سپین کی حمایت بھی ملی۔ یہ اختلاف ساتویں صدی عیسوی تک جاری رہا(۶۹)۔

مندرجہ بالا بحث سے بالکل واضح ہو گیا کہ مسیحی دنیا کی اکثریت نے اس کونسل کو ماننے سے انکار کیا تھا، بلکہ یہ کونسل مزید اختلافات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

۷۔ قسطنطنیہ کی تیسری کونسل (۷نومبر ۶۸۰ء تا ۱۶ستمبر ۶۸۱ء):

کلیسائی مسیحیت کی یہ آخری کونسل ہے جس میں حضرت عیسیٰؑ کی فطرت اور شخصیت پر بات کی گئی۔آپؑ کی شخصیت پر بحث کرنے والی پہلی کونسل، نیقیہ کی کونسل (۳۲۵ء) تھی اور آخری کونسل، قسطنطنیہ کی تیسری کونسل (۶۸۰ء، ۶۸۱ء) ہے۔گویا ۳۶۶ سال تک کلیسا آپؑ کی فطرت، شخصیت اور مشیت پر بحث کرتا رہا، تاہم کسی واضح نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔

کونسل کا سبب انعقاد:

خلقیدونیہ کی کونسل(۴۳۱ء) میں monophysitism کی مذمت کی گئی تھی، جس کی بنیاد درحقیقت Cyrill نے رکھی تھی، لیکن کونسل نے Eutyches کی مذمت کی تھی جو کہ Cyrill کے عقیدے کا پکا حامی تھا۔یقیناً مذکورہ کونسل نے Cyrill کی مذمت اس لئے نہیں کی تھی کیونکہ اس کی مذمت کرنے سے بالواسطہ افسس کی کونسل (۴۳۱ء) کی مذمت ہو جاتی، جس میں Cyrill کو ہیرو کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔

monophysitism ایک اصطلاح ہے جو یونانی الفاظ mono(ایک) اور physis(فطرت) کا مجموعہ ہے۔ monophysitism عیسیٰؑ کی ایک ہی composite(مرکب) فطرت کے قائل تھے۔ان کے نزدیک تجسیم سے قبل آپؑ کی دو فطرتیں تھیں۔ان تجسیم کے بعد ایک ہی فطرت تھی، جبکہ آرتھوڈوکس آپؑ کی دو فطرتوں کے قائل تھے۔اس خلیج کو کم کرنے کی خاطر Sergius, Patriarch of Constantinople(۶۱۰ تا ۶۳۸ء) نے قیصر Heraclius(م ۶۴۱ء) کی مدد سے ایک نیا فارمولا پیش کیا۔انہوں نے ایک نئی اصطلاح monophysitism استعمال کی جو دو یونانی الفاظ سے ماخوذ ہے۔mono کے معنی ایک اور thelite کے معنی مشیت(will) کے ہیں۔اس اصطلاح کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی دو فطرتیں تھیں لیکن Will یعنی مشیت ایک ہی تھی۔اس اصطلاح کو درحقیقت قیصر Heraclius نے تجویز کیا اور اس کا مقصد دراصل monophysitie سے مصالحت یا سمجھوتہ کرنا تھا(۷۰)۔

Monothelitism کو پاس کرانے کے لئے ۶۳۴ء میں آرچ بشپ Arkadius(م ۶۴۳ء) کی سربراہی میں قبرص میں ایک Synod بھی منعقد کرایا گیا جس میں اس کی منظوری دے دی گئی۔ اس وقت کے پوپ Honorius نے بھی monophysitism کے حق میں فیصلہ دیا، اگرچہ بعد کے popes نے اس کی مخالفت کی(۷۱)۔

۶۳۴ء کے Synod کو قیصر heraclius (م ۶۴۱ء) نے منظور کر کے تمام میٹرو پولیٹن Sees کو اس کی کاپیاں ارسال کیں۔ تاہم خلقیدونیائی اس نظریے سے متفق نہ تھے اور کسی سیاسی منظر نامے میں تبدیل کے منتظر تھے۔ بالآخر قسطنطین چہارم (عہد حکومت ۶۶۸ء تا ۶۸۵ء) سلطان بنے تو اس نے پوپ Agatho (م ۶۸۱ء) کے ساتھ مل کر قسطنطنیہ کی تیسری کونسل عام (نومبر ۶۸۰۔ ستمبر ۶۸۱) بلائی۔

کونسل کی کارروائی:

کونسل کی صدارت پوپ Agatho کے سفیروں نے کی۔ یہ کونسل یونان میں Trullo میں شاہی محل کے گنبد نما ہال میں منعقد ہوئی۔ اس کونسل کو Trullo بھی کہتے ہیں۔ کونسل نے عیسیٰؑ کی دو ممتاز مگر نا قابلِ جدا مشیتیں تسلیم کیں۔ کونسل نے Sergius، Pope Honorius اور کئی دیگر monothelites کی مذمت کی (۷۲)۔

اہم نکات:

۱۔ کونسل کو عام نہیں مانا جا سکتا کیونکہ پوری عیسائی دنیا کا اس سے متفق ہونا محال ہے۔

۲۔ ۴۲ سال پہلے کلیسا کا پوپ Honorius مونوتھیلائیٹ تھا۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کی ایک مشیت کو مانتا تھا۔ اب ہم کسے صحیح مانیں اور کسے غلط؟ آخر وہ بھی تو پوپ تھا!

حاصل کلام:

نیقیہ کی پہلی کونسل (۳۲۵ء) سے لے کر قسطنطنیہ کی تیسری کونسل (۶۸۰ء-۶۸۱ء) تک عیسیٰؑ کی فطرت، شخصیت اور مشیت پر بات ہوتی رہی۔ ۳۶۶ سال کے عرصے میں عیسائی دنیا یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ کیا حضرت عیسیٰؑ کلی طور پر خدا ہیں یا انسان؟ کیا آپؑ حضرت مریم کے بطن سے معجزانہ طور پر خدا کی حیثیت سے پیدا ہوئے یا انسان کی حیثیت سے؟ اگر مریم نے بالفرض ایک خدا کو جنم دیا تھا تو خود حضرت مریم کیا تھیں؟ خدا یا انسان؟ اگر مریم انسان تھیں تو کیا ایک انسان خدا کو جنم دے سکتی ہے، نعوذ باللہ؟ کیا آپؑ خدا تھے اور انسانی صورت اختیار کر لی تھی یا کہ انسان تھے اور الوہیت کے درجے پر پہنچے کیا آپؑ کی والدہ ماجدہ ایک خدا کی ماں تھی یا انسان کی؟ کیا آپؑ ایک ہی وقت میں خدا بھی ہیں اور انسان بھی؟ اور اگر بالفرض آپؑ خدا بھی ہیں اور انسان بھی تو کیا آپؑ کی دونا قابلِ تقسیم فطرتیں ہیں تو مشیتیں ایک ہیں یا دو؟ یہ تمام ایسے سوالات ہیں جو خود مسیحی اذہان میں اٹھے اور مسیحی بے شمار فرقوں میں بٹ گئے۔ شاید ہی کوئی مذہب جس میں کسی شخصیت کو خدا مانا جاتا ہو، خود اس کے متعلق اس کے پیروکاروں میں اتنی غیر یقینی صورتِ حال ہو!

مذکورہ بالا کونسلیں ایک اور پہلو سے بھی بڑی قابلِ غور ہیں۔ دنیا کے اکثر مذاہب میں جب قانون سازی ہوتی ہے تو بنیادی مذہبی لٹریچر سے راہنمائی ضرور حاصل کی جاتی ہے۔ مثلاً اسلام کی قانون سازی کے بنیادی مآخذ قرآن و حدیث ہیں۔ اسلام میں اس قانون کی کوئی اہمیت نہیں ہے جو قرآن و سنت کے منافی ہو۔ جبکہ کلیسائی مسیحیت کی ان تمام کونسلوں میں کہیں بھی انجیل یا اناجیل اربعہ

سے راہنمائی نہیں لی گئی ہے اور نہ ہی ان کے قوانین کو اناجیلِ اربعہ کی حمایت حاصل ہے۔ مثلاً انجیل اربعہ میں کسی ایک جگہ پر بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ معبود ہیں: کسی ایک مقام پر بھی نہیں لکھا ہے کہ آپ الوہی فطرت رکھتے تھے۔ اناجیل اربعہ تو کیا، عہدنامہ جدید میں شامل کسی بھی کتاب میں آپ کے معبود ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

مسیحی یہ کہہ سکتے ہیں کہ عہد نامہ جدید میں شامل دیگر کتابوں میں ان باتوں کا ذکر اس لئے نہیں کیونکہ یہ ساری باتیں سبھی کو معلوم تھیں یا پھر ان کی کوئی خاطر خواہ ضرورت نہیں تھی۔ اول بات یہ ہے کہ ایسی باتوں کا سرے سے وجود ہی نہیں تھا تو کسی کو معلوم کیسے ہوسکتی ہیں۔ پھر اگر بالفرض معلوم تھیں تو معلوم شدہ باتوں پر چار صدیاں بحث کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر اس کی کوئی خاطر خواہ ضرورت نہیں تھی تو مسیحی لوگوں کا اتنا وقت کیوں ضائع کیا گیا؟ کیوں ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگتے رہے؟ کیوں ایک دوسرے کی مذمت ہوتی رہی؟ حقیقت یہ ہے کہ پال نے حقیقی عیسائیت کا ایسا حلیہ بگاڑا کہ بعد کے مسیحی، صدیوں اپنے عقائد درست نہ کر سکے اور نہ ہی کر سکیں گے۔

قصہ مختصر یہ کہ یہ کلیسائی عیسائیت کسی طرح بھی مذہب کی تعریف پر پوری نہیں اترتی۔ عیسائی دنیا میں W.D Gundry مشہور فلسفی ہیں ان کی مذہب پر مشہور کتاب Religions a Preliminary historical and theological study ہے۔ اس میں وہ مذہب، مبادیا مذہب اور انسانی زندگی میں مذہبی ذمہ داریوں پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں۔ چنانچہ Origion of Religion پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سب سے معتبر ماخذ مذہب خدا کی خدمت ہے:

The most important kind of origion of religion is the metaphision. This is the tronscendent source, which is god himself(73).

جبکہ عناصر مذہب اور فرائض مذہب پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کائنات اور انسان دونوں کے متعلق مذہب کا اپنا فکری نظام ہوتا ہے۔ دنیا کیسے وجود میں آئی ہے۔ انسان کا اس میں کیا مقام ہے اور موت کے دعب اس کے ساتھ کیا ہونا ہے۔ ان میں موضوعات کا احاطہ کرنا مذہب کا کام ہے:

A Religion is:
i. a way of thinking about the world including man himself.
ii. a way of hebeving
iii. a way of feeling the first of these elements of religion covers beliefs about how the world come into existence and where it is going what man place in it and what will happened to him after death. The second provides the rules for conduct and speach, without which there would be no order or stability in society and the third has to do with worsship and prayer whereby man tries to come into close touch with whatever he believes to be behind the unverse(74).

گنڈری کے ان مبنی بر حقیقت بیانات کی بنیاد پر اگر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ عیسائیت کسی طور پر کوئی الہامی نظام حیات نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس اسلام بجا طور پر ایک الہامی مذہب ہے۔

ہم نے یہاں تفصیل سے دنیا کے دو بڑے فکری و عملی نظاموں کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے جس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مذکورہ ہر دو میں سے کونسا نظام الہامی ضابطوں پر قائم ہے اور کونسا انسانی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ کونسا نظام ماضی میں انسانیت کی تعمیری خدمات انجام دے سکا ہے۔ کونسا نظام تجدید معاشرہ کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کونسا نظام سماجی تکثیرت کے نتیجے میں پیدا شدہ مسائل کا حل پیش کر سکتا ہے اور کونسا نظام سماجی تکثیریت اور تجدید معاشرہ جیسے پیش آمدہ نئے عالمگیر معاشرے میں انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر Hintongin نے کہا تھا:

First in the favourit pharasus of histories the expension of the west ended and revolt against the west began unowenly and with pousis and reverpals, western power declined relative to the power of other civilization(75).

تہذیبوں کی اس موجودہ معرکہ آرائی میں مغربی دنیا کو یہ بات ضرور ذہنوں میں رکھنی چاہیے کہ آج کے جدید اور سماجی تکثیریت کا حامل معاشرہ کسی بھی مذہب پر ناروا تنقید کا دور نہیں ہے بلکہ عالمگیر دور کے عالمگیر مسائل کے حل کے لیے کسی مناسب مذہب کی تلاش کا دور ہے۔ 9/11 کے واقعات یا عراق وافغانستان میں انسانی خون کی ہولی یا پھر مسلم خواتین پر سکارف کی پابندی جیسے ناروارویوں اور کونسلوں کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے مذہب کا دور ختم ہو رہا ہے اور دنیا جدیدیت اور سماجی تکثیریت جیسے مسائل کے حل کے لیے کسی جامع ،مکمل اور الہامی تعلیمات کے حامل ضابطہ حیات کی تلاش میں نکل کھڑی ہے۔

حوالہ جات

1. Sial Jeorge, "Alkoran of Muhammad P. First(to the reader) pub. George Routledge and son's London.
2. Fisher Mory, Pat, An encyclopedia of Warldn Faith living Religions, p.331, I.B Tauris, London, New York 1997.

۳۔ تشکیل انسانیت ترجمہ:Romanking of Humanity by Robert Brofourt مترجم عبدالمجید سالک ،ص ۲۱۷، مجلس ترقی اردوادب انارکلی لاہور۔

4. Huntington Samuil. P "The clash of civilization, p 68, published by Simon and Schustar Newyork, USA, 1997.

۵۔ اکرام ،محمد ،شیخ ،رود کوثر ،ص ۲۳ ،ادارہ ثقافت اسلامیہ ،۲ کلب روڈ لاہور۔

6. Durant Will, "The age of Faith, p.218, Simm and Schuster, New York, 1950.
7. The clash of civilization, p.200.

۸۔ خطیب تبریزی، ولی الدین ،محمد بن عبداللہ ،ابوعبداللہ (۷۴۰ھ) ''مشکوٰۃ المصابیح'' ،فصل دوم ،کتاب الحدود ،باب قطع السرقہ۔

۹۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق الازدی (ت ۲۷۵ھ) امام سنن ابی داؤد، باب رجم ماعز، حدیث نمبر ۴۴۱۹، دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۱ء۔

۱۰۔ بخاری، امام محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ (۲۵۶ھ) ''الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الحدود، باب الرجیم بالصلی حدیث نمبر ۶۸۲۰

۱۱۔ السنن لابی داؤد، باب رجیم ماعز، حدیث ۴۴۲۸۔

۱۲۔ کتاب الفروق، ۱/۱۷۷، المسئلۃ الثالثۃ بحوالہ جدید فقہی مسائل، سیف اللہ رحمانی، مولانا، ۱/۴۹، زم زم پبلشرز شاہ زیب سنٹر اردو بازار کراچی، ۲۰۰۵ء۔

13. Encyclopedia of Religion and Ethics, 2/582, Artical bible in Church, Edinburgh, Tardt. Clark 39, George street New York.
14. Encyclopedia of the World's Faith living Religions, p.299.
15. Clash of Religions, p.204.
16. Encyclopedia Americana, vol. 1, p.58, Crolier Incorporated, 1998, USA.

۱۷۔ اعمال، ۱۵:۴، ۵۔

۱۸۔ اعمال، ۱۵:۱۹ تا ۲۱۔

۱۹۔ انجیل متی ۵:۱۷، ۱۸۔

20. Encyclopedia Americana, vol. 8, p.86.
21. Encyclopedia Americana, vol. 8, p.85.
22. Encyclopedia Americana, vol. 1, p.86.
23. Encyclopedia Americana, vol. 1, p.86.
24. Collier's Encyclopaedia, vol.7, p.211-212, P.F. Collier, 1994, USA.
25. Collier's Encyclopaedia, vol.2, p.622, P.F. Collier, 1994, USA.

Muhammad Atta. Ur. Rehman and Ahmed Thomson, Jesus Prophet of Islam, p.91, Diwan Press Norwick, UK, 2003, revised edition.
26. Collier's Encyclopaedia, vol.14, p.436, P.F.
27. Collier's Encyclopaedia, vol.2, p.622, P.F.
28. Collier's Encyclopaedia, vol.17, p.301, P.F.
29. Collier's Encyclopaedia, vol.17, p.526, P.F.
30. Collier's Encyclopaedia, vol.7, p.520, P.F.
31. Collier's Encyclopaedia, vol.7, p.622, P.F.
32. Encyclopedia Americana, vol.20, p.310.
33. Encyclopedia Americana, vol.10, p.710.
34. Encyclopedia Americana, vol.18, p.667.
35. Collier's Encyclopaedia, vol.3, p.140.
36. Encyclopedia Americana, vol.10, p.709.
37. Stephen Neill, Christian Missions, Penguin Books, 1964.
38. Encyclopedia Americana, vol.7, p.653.
39. orthodoxwiki.org/macedonianism
40. Encyclopedia Americana, vol.2, p.101.
41. Encyclopedia Americana, vol.7, p.653.
42. do
43. do
44. Encyclopedia Americana, vol.20, p.310.
45. do
46. Encyclopedia Americana, vol.10, p.500.
47. do
48. Collier's Encyclopaedia, vol.17, p.310, P.F. Collier, 1994, USA.
49. Encyclopedia Americana, vol.8, p.385.
50. Collier's Encyclopaedia, vol.17, p.310, P.F. Collier, 1994, USA.
51. Encyclopedia Americana, vol.8, p.385.
52. en.wikipedia.org
53. ei.wikipedia.org
54. Encyclopedia Americana, vol.10, p.713.
55. Encyclopedia Americana, vol.19, p.374.
56. Encyclopedia Americana, vol.11, p.500.
57. Encyclopedia Americana, vol.10, p.500.
58. en.wikipedia.org
59. Encyclopedia Americana, vol.6, p.243-244.
60. (i) Encyclopedia Americana, vol.6, p.244.
(ii) Collier's Encyclopaedia, vol.5, p.676, P.F. Collier, 1994, USA.

61. Encyclopedia Americana, vol.6, p.244.
62. Encyclopedia Americana, vol.6, p.243.
63. Encyclopedia Americana, vol.7, p.653.
64. do
65. do
66. do
67. Encyclopedia Americana, vol.28, p.114.
68. Encyclopedia Americana, vol.7, p.653.
69. Encyclopedia Americana, vol.3, p.565.
70. do
71. Encyclopedia Americana, vol.19, p.378.
72. do 7/653.
73. Gundry W.D( ) Religions, Prelimmanary historical and theological study, p.26, muccmillan uni... of colifornia, 1958.
74. Ibid, p.67.
75. Clash of civilization, p.53.